Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۵ — ۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۳ سنہ ھ — ۵ مئی ۱۹۳۴ سنہ عیسوی — جلد ۳۳

ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

ذبیح اللہ کون ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ یا حضرت اسحٰقؑ	۱۷۳ – ۲۰۰	مولانا شیخ عبد القادر صاحب نومسلم فاضل جامعہ احمدیہ
قرآن مجید کے آیات و سُوَر کے باہمی ربط (نمبر ۶)	۲۰۱ – ۲۰۴	مولانا عبد اللطیف صاحب خانپوری
المقتبسات والملتقطات	۲۰۵ – ۲۱۲	

چندہ سالانہ
اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے

چندہ سالانہ
بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بخدمت جملہ معتمدین و امراء جماعتہائے احمدیہ

برادران کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں آپ کی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپیل کی طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں جو حضور ؑ نے ریویو آف ریلیجنز کے متعلق ان ایام میں فرمائی جبکہ جماعت کی تعداد چالیس پچاس ہزار تھی۔ حضور ؑ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے۔ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں ان کو دُور کرکے دُنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسرِ صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہی اغراض کے پورا کرنیکے لئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن ابتک اس رسالہ کے شائع کرنیکے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کے پیدا ہوجائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سو اے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمّت کرو۔ خدا تمہارے دل میں القاء کرے کہ یہی وقت ہمّت کا ہے"

اب خیال فرمائیے کہ جب ان ایّام میں جماعت احمدیہ کا فرض ملّی تھا کہ ریویو کے لئے کم از کم دس ہزار خریدار بہم پہنچائیں تو اب جبکہ جماعت کے افراد کی تعداد بفضلہٖ کئی لاکھ ہے۔ کیا ہمارے لئے یہ غور کی بات نہیں کہ ریویو آف ریلیجنز کے خریداروں کی تعداد چند سو ہو۔ اور ایک ہزار بھی نہ ہو۔ پس میں آپ سے باصرار مطالبہ کرتا ہوں کہ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں سعی تبلیغ فرما کر ایک مہینے کے اندر اندر پانسو مزید خریدار مہیا فرمائیں تاکہ اُردو ریویو آف ریلیجنز کا خرچ طباعت چل سکے ورنہ رسالہ کا جاری رہنا جبکہ اس پر ڈھائی ہزار قرض ہے آئندہ محال ہوجائیگا۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس کے جواب میں سنئے خریدار ملنے شروع ہوجائینگے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

قرآن مجید اور ذبیح اللہ

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقام شاں ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں

جبتک دُنیا قائم ہے۔ اور جبتک قائم رہیگی۔ دُنیا کا کوئی حادثہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کی قربانی کو فنا نہیں کرسکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب اپنی پیاری بیوی اور ننھے اسمٰعیل کو ریگستان عرب میں دُور دراز سفر طے کرکے اشارہ خداوندی کے ماتحت اکیلے اور بے سروسامان چھوڑا۔ اور بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو کر نہایت زاری اور الحاح سے دُعا کی:۔

رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ اے ابراہیم تیری بیوی نے ہاں فرمانبردار اور اطاعت گذار ہاجرہ نے میرے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اس وادی غیر ذی زرع میں اکیلے اور تنہا رہنا قبول کرلیا۔ مجھے اس کا یہ فعل ایسا پسند آیا ہے۔ کہ مَیں اس وادیٔ بے آب وگیاہ کو جہاں کئی کئی میل پانی اور سبزہ نظر نہیں آتا۔ اس کی خاطر ایسا پھلدار بنا دونگا۔ کہ یہاں ہر قسم کے میوے بغیر موسم اور وقت کی قید کے ملا کرینگے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اولم نمکن لھم حرماً امنا یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیءٍ۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ

خدا نے کہا۔ بہت اچھا۔ ہم کسی شخص کی عبادت اور نماز کو قبول نہیں کرینگے۔ جبتک وہ اس گھر کی طرف منہ کرکے نماز نہ پڑھے جس کے قریب تُو نے ہاجرہ اور اسمٰعیل کو میری رضا کی خاطر چھوڑا۔ غرض حضرت ہاجرہ کی قربانی کو بارگاہ الٰہی میں اس قدر شرف قبولیت حاصل ہُوا۔ کہ جس مقام پر اس نے بچے کی گھبراہٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تب تو بیشک یہود و نصاریٰ پر حُجّت ہو سکتا تھا۔ لیکن استدلال توریت سے اور حُجّت قرآن پاک کی بنا پر قائم کرنا میرے نزدیک ضعیف دلیل ہے ؎

باب سوم

احادیث اور ذبیح اللہ

احادیث میں جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے۔ سوائے ایک دو حدیثوں کے جن میں سے ایک کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور دوسری نص صریح نہیں ہے۔ کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ علماء نے تفاسیر میں اس مسئلہ پر بہت بحثیں کی ہیں۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ چونکہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسحٰق ہیں۔ اور قرآن میں اس کی تصریح نہیں۔ لہٰذا ان کا خیال ہی درست ہو سکتا ہے۔ لیکن جن علماء نے قرآن پاک پر غور کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب قرآن میں صریحاً ذبیح اللہ کے ذکر کے بعد حضرت اسحٰقؑ کی بشارت ہے۔ اور حضرت اسحٰقؑ سے بڑے فرزند حضرت ابراہیمؑ کے گھر حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے۔ نیز اور بھی بے شمار قرائن ان کے ذبیح اللہ ہونیکی تائید میں ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم توریت کو جو کہ یقیناً محرّف و مبدّل ہو چکی ہے۔ قرآن پاک پر ترجیح دیں۔ بہر حال وہ دو حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) ابن جریر اور ابن کثیر میں معمولی سے اختلاف کے ساتھ ایک روایت آتی ہے:۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انا ابن الذبیحین و قال له اعرابی یا ابن الذبیحین فتبسم فسئل ذٰلك فقال ان عبد المطلب لما حفر بئر زمزم نذر للہ لئن سهل اللہ له امرها لیذبحن احد ولده فخرج السهم علےٰ عبد اللہ فمنعه اخواله وقالوا افد ابنك بمائة من الابل ففداه بمائة من الابل والذبیح الثانی اسمٰعیل۔

ابن کثیر نے اس کی سند کو کمزور قرار دیا ہے۔

(۲) عن مالك انه بلغه ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بمنیً هٰذا المنحرّ وكل منیً منحرٌ وقال فی العمرة هٰذا المنحرّ یعنی المروة وكل فجاج مكة وطرقُها منحرٌ

(ماجاء فی المنحر فی الحج موطا امام مالك)

آنحضرت صلعم کا مروہ کی طرف اشارہ کر کے فرمانا کہ یہ قربانی گاہ ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مروہ میں قربانی نہیں ہوتی تھی۔ بتاتا ہے۔ کہ یہ اشارہ اسی بنا پر تھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے یہیں حضرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنا چاہا تھا *

99

باب چہارم
تورات اور ذبیح اللہ

تورات میں جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ یہودیوں نے اپنی ذاتی اغراض اور تعصّب کی وجہ سے اسقدر تغیر و تبدل کر دیا ہے۔ کہ کسی مسئلہ کی حقیقت کو توریت سے معلوم کر کے صحیح نتائج پر پہنچنا قریباً قریباً مشکل ہو گیا ہے۔ اور خصوصاً حضرت رسول پاک صلعم کے متعلق جو پیشگوئیاں اور تصریحات تھیں۔ اپنے عناد اور بُغض کی وجہ سے یہود نے ان کو تو بالکل ہی خُرد بُرد کر دیا ہے۔ تاہم دروغ گو را حافظہ نہ باشد کے مطابق حقائق کے عناصر کو وہ بالکل خارج نہیں کر سکے۔ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ کہ تورات کو بالکل حضرت اسحٰق کی یک طرفہ داستان بنا دیا جائے اور حضرت اسمٰعیلؑ اور رسول پاک صلعم کی فضیلت کے متعلق جس قدر تصریحات اور تلمیحات ہیں۔ ان کو خارج کر دیا جائے اور ان کا سہرہ حضرت اسحٰقؑ کے سر پر باندھا جائے۔ مگر جیسا کہ مَیں بیان کرونگا۔ انہیں پورے طور پر اس میں کامیابی نہیں ہوئی *

ہم حضرت اسحٰقؑ کو خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ اور مقرب نبی مانتے ہیں۔ اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انہیں بارگاہ الٰہی میں ایک بہت بڑا مقام اور رتبہ حاصل ہے۔ لیکن اسے ہم کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ جو فضائل اور خوبیاں حضرت اسمٰعیلؑ کی تورات میں درج ہیں۔ یہود و نصاریٰ اپنے دست تصرف کی وجہ سے ان کو حضرت اسحٰق کی طرف منسوب کر دیں۔ منجملہ انہیں امور سے ایک تصرف یہود نے یہ کیا ہے۔ کہ حضرت ذبیح اللہ جن کے متعلق قرآن پاک سے صریحاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ انہوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام کاٹ کر ان کی جگہ حضرت اسحٰق لکھ دیا ہے۔ لہٰذا ذیل میں ہم تورات سے وہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ حضرت اسحٰقؑ ہرگز نہیں تھے۔ اور نہ تصریحات توریت کی رُو سے وہ ہو سکتے تھے۔ قبل اسکے کہ مَیں توریت سے وہ مقام درج کروں۔ جن سے حقیقت بالکل آشکار ہو جاتی ہے۔ یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ شعار ابراہیمی اور تورات کی رُو سے قربانی کیلئے کیا شرائط ہیں۔ کیونکہ پیش آمدہ بحث کا دار و مدار زیادہ تر انہیں امور پر ہے *

شریعت سابقہ کی رُو سے قربانی کی شرائط

۱۔ شریعت سابقہ کی رُو سے قربانی صرف اس جانور یا آدمی کی ہو سکتی تھی۔ جو پلوٹھا ہو۔ اسی ضمن میں اس امر کا اظہار کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ عقلاً ہم کبھی یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی سابقہ الہامی کتب سے کوئی دلیل اس امر کی گذری ہے۔ کہ کسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو جانوروں کی طرح قربان کر دینے کا حکم دیا ہو کیونکہ جیسا کہ ہمیں قرآن پاک اور تصریحات رسول اللہ صلعم سے معلوم ہوتا ہے۔ اور حق بھی یہی ہے۔ کہ کُل کائنات عالم انسان کی آسائش اور خدمت کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اور انسان کا صرف یہ مقصد ہے۔ کہ وہ تخلق باخلاق اللہ سے مزیّن ہو کر مظہر اللہ بنے ٭

پس اس مقصد کی رُو سے جہاں کہیں بھی انسان کی قربانی کا ذکر آئیگا۔ ناظرین کے ذہن میں ہرگز یہ خیال نہیں آنا چاہیئے۔ کہ یہاں سچ مچ حقیقی قربانی مراد ہے۔ بلکہ جیسا کہ توریت کے دوسرے مقامات سے ظاہر ہے انسان کی قربانی کا یہی مفہوم ہے۔ کہ اسے معبد کی خدمت کیلئے وقف کر دیا جائے۔ اسی مفہوم کو توریت میں "خدا کے سامنے" کے الفاظ سے بھی ادا کیا جاتا تھا۔ مگر مراد ہر دو قسم کے الفاظ سے یہی ہوتی تھی۔ کہ نذر مذکور کو معبد کی خدمت اور وہاں پر جانیوالے لوگوں کی آسائش بہم پہنچانے کیلئے وقف کر دیا جائے۔ لیکن جہاں یہ الفاظ جانوروں کیلئے استعمال ہوتے تھے۔ وہاں حقیقی اور عینی قربانی مراد ہوتی تھی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حوالجات اس امر کو بخوبی روشن کرتے ہیں ٭

(۱) "کیونکہ بنی اسرائیل کے سارے پلوٹھے کیا انسان اور کیا حیوان میرے ہیں" گنتی ۸/۱۷

(۲) "اور ہابل بھی اپنی پلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں میں سے لایا۔ اور خداوند نے ہابل کو اور اس کے ہدیہ کو قبول کیا" پیدائش ۴/۴

(۳) "اور لاویوں کو خداوند کے آگے لا۔ اور بنی اسرائیل اپنے ہاتھ لاویوں پر رکھیں۔ اور ہارون لاویوں کو بنی اسرائیل میں سے ہلانیکی قربانی کے طور پر خداوند کے روبرو گذرانے۔ تاکہ وہ خدا کی خدمتگذاری کریں۔ تب لاوی اپنے ہاتھ بچھڑوں کے سروں پر رکھیں۔ اور تو ایک کو خطا کی قربانی اور دوسرے کو سوختنی قربانی کیلئے خداوند کے آگے گذران" گنتی ۸/۱۰ تا ۱۲

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جو خواب میں دیکھا تھا۔ کہ آپ گویا اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ جیسا کہ توریت کے متعدد مقامات پر قربانی کے الفاظ استعمال کرنے سے مترشح ہوتا ہے۔ اس کا مطلب صرف اس قدر تھا۔ کہ آپ اپنے بیٹے کو بیت اللہ کی خدمت کے لئے نذر چڑھا دیں۔ مگر حضرت ابراہیمؑ نے اس خواب کی بنا پر (گویہ ایک اجتہادی غلطی تھی) بعینہٖ اس کی تعمیل کرنا چاہی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہُوا۔ کہ یہ ایک تمثیلی خواب تھی حقیقی معنے مراد نہیں تھے۔ اس بنا پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو خانہ خدا کی خدمت کیلئے خاص کر دیا ٭

یہودی علماء نے جہاں توریت میں یہ تحریف کی ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بجائے حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھدیا ہے وہاں حضرت اسحٰق کی برتری کو چار چاند لگانے کیلئے جہاں تک میرا خیال ہے۔ خواب کی بجائے حکم خداوندی درج کر دیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ اللہ تعالیٰ صریحاً ایسا حکم نہیں دے سکتا تھا۔ کہ فی الواقع بیٹے کو جانوروں کی طرح ذبح کردو۔ کیونکہ یہ اس کی سُنّت کے خلاف ہے۔ باری تعالیٰ کے الفاظ جیساکہ میں ذکر کر آیا ہوں۔ ایسے ہی ہو سکتے تھے۔ جن سے یہ سمجھا جائے۔ کہ بیٹے کو معبد پر نذر چڑھا دو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اس سے ہرگز غلطی نہیں کھا سکتے تھے۔ ہاں خواب میں ایسا نظارہ دکھائی دیا جانا ممکن تھا۔ اور اس سے غلطی لگ سکتی تھی۔

۲۔ پلوٹھا بچّہ چاہے غیر محبوبہ بیوی سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی افضلیت کسی حالت میں بھی زائل نہیں ہو سکتی:۔

"اگر کسی مرد کی دو جوروئیں ہوں۔ اور ایک محبوب اور دوسری غیر محبوب ہو۔ اور محبوب اور غیر محبوب دونو سے لڑکے ہوں۔ اور پلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو۔ تو یوں ہوگا۔ کہ جب وہ اپنے بیٹوں پر میراث تقسیم کرے۔ تو محبوبہ کے پلوٹھے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پلوٹھا ہے۔ فوقیت نہ دے بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے سب مال سے دونا حصّہ دیکے پلوٹھا ٹھیراوے۔ کیونکہ وہ اس کی پہلی قوّت کا ہے۔ اور پلوٹھے ہونے کا حق اسی کا ہے۔" استثنا $\frac{۲۱}{۱۵ \text{ تا } ۱۷}$ ۔

۳۔ توریت کی رُو سے جو اولاد نذر کردی جاتی تھی۔ اس کو آبائی جائداد سے ورثہ نہیں ملتا تھا:۔

"اسوقت خداوند نے لاوی کے فرقے کو اس لئے جُدا کیا۔ کہ خداوند کے عہد کے صندوق کو اُٹھاوے اور خداوند کے حضور کھڑا ہوکے اس کی خدمتگذاری کرے اور اس کا نام لیکے دعا دیوے۔ چنانچہ آج کے دن تک یونہی ہے۔ اس لئے لاوی کا حصّہ اور میراث اس کے بھائیوں کے ساتھ نہیں۔ کہ خداوند اس کی میراث ہے۔" استثنا $\frac{۱۰}{۸-۹}$

۴۔ جو شخص خدا کی نذر کردیا جاتا تھا۔ وہ معبد کے پاس جانے سے قبل سر کے بال نہیں منڈواتا تھا:۔

"کیونکہ دیکھ تو حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا جنیگی۔ اس کے سر پر کبھی استرہ نہ پھریگا۔ اسواسطے کہ وہ لڑکا رحم ہی سے خدا کا نذر ہوگا۔ اور وہ اسرائیلیوں کو فلستیوں کے ہاتھ سے رہائی دینا شروع کریگا۔" قاضیوں $\frac{۱۳}{۵}$۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا مختصر سا قصہ اب ہم پیدائش سے وہ واقعہ درج کرتے ہیں۔ جس میں حضرت اسحٰقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کا ذکر ہے۔ لیکن قبل ازیں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا قصّہ مختصر الفاظ میں توریت ہی کی روشنی میں بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ واقعہ کے سمجھنے میں سہولت رہے۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب ضعیف ہوگئے۔ تو بارگاہ الٰہی میں دُعا کی۔ کہ یا الٰہی میں بے اولاد مرا جاتا ہوں۔ میرا وارث میرے غلاموں میں سے کوئی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیرا بیٹا ہی تیرا وارث ہوگا۔ پیدائش $\frac{۱۵}{۴}$

(۲) حضرت سارہ نے بوجہ بوڑھا ہونیکے اولاد کی خواہش کرتے ہوئے حضرت ہاجرہ کو ابراہیمؑ کے نکاح میں دیدیا۔ $\frac{۱۶}{۳}$

(۳) حضرت ہاجرہ حضرت سارہ سے کسی ذاتی رنجش کے باعث نکل گئیں۔ رستے میں ایک فرشتہ دکھائی دیا جس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت اسمٰعیلؑ کی بشارت دی۔ اور کہا کہ وہ عربی ہوگا۔ اُس کا ہاتھ سب پر ہوگا۔ اور فرمایا کہ واپس جا۔ اللہ تجھے برکت دیگا۔ پیدایش ۱۶ باب ۶-۱۱

(۴) حضرت ہاجرہ کے ہاں حسب بشارت لڑکا پیدا ہُوا۔ اور اس کا نام جیسا کہ فرشتہ نے کہا تھا۔ حضرت اسمٰعیل ہُوا۔ پیدائش ۱۶/۱۵

(۵) حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کیلئے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابراہیمؑ مَیں نے تیری دُعا سُن لی۔ بیشک مَیں اسے برکت دونگا۔ اور برومند کرونگا۔ اُس کی اولاد بکثرت ہوگی۔ اور اس کی پُشت سے بارہ امام یا شاہزادے پیدا ہونگے۔ اور مَیں ان کو ایک قوم عظیم بناؤنگا۔ پیدائش ۱۷/۲۰

(۶) حضرت اسمٰعیلؑ کیلئے برکت اور دُعا دونوں ہیں ۱۷/۷

(۷) حضرت اسمٰعیلؑ جب تیرہ برس کے ہوئے تو ان کا ختنہ ہُوا۔ اور کہیں حضرت اسحٰقؑ پر ہنسے۔ حضرت سارہ نے ناراض ہوکر حضرت ابراہیمؑ سے ان کے نکال دینے کو کہا۔ حضرتؑ کو اپنے بیٹے کے متعلق یہ الفاظ سُنکر تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ابراہیم رنجیدہ مت ہو۔ جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر۔ اسحٰق تیری اولاد ہے مگر تجھے ہاجرہ کے فرزند سے ایک قوم بنانا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا نطفہ ہے۔

(۸) ابراہیم علیہ السّلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو روٹی اور پانی دیکر نکال دیا۔ وہ بیرسبع کے بیابان میں بھٹکتے رہے۔ پیاس کی شدّت کی وجہ سے بچّے کو تڑپتا دیکھ کر حضرت ہاجرہ نے اِدھر اُدھر دَوڑ دھُوپ کی۔ آخر آسمان کی طرف مُنہ کرکے روئیں۔ فرشتے نے آواز دیکر کہا۔ خداوند نے تیرے بچّہ کی آواز سُن لی۔ اے ہاجرہ اُٹھ اور بچّے کو اُٹھا۔ اسواسطے کہ میں اُسے قوم کا بزرگ بناؤنگا۔ اور خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں۔ تب انہوں نے ایک چشمہ پایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ بڑھے۔ اور **فاران** کے بیابان میں تیراندازی کرتے رہے۔

فاران کہاں ہے؟ یہ وہ **فاران** ہے۔ جس کے متعلق آجتک عیسائیوں اور مسلمانوں میں مناظرات ہوتے چلے آتے ہیں۔ **عیسائی** کہتے ہیں✤۔ **فاران** اس صحرا کا نام ہے۔ جو **فلسطین** کے جنوب میں واقعہ ہے۔ حضرت اسمٰعیل اور ہاجرہ بالکل عرب میں آئے ہی نہیں۔ لیکن مسلمانوں نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ **فاران** وہ میدان ہے۔ جس میں بیت اللہ مکہ معظمہ ہے۔ مَیں بھی چونکہ مسلمان ہوں۔ مگر مَیں نے نہ محض اس بنا پر کہ مسلمانوں کا یہ مذہب ہے۔ بلکہ پوری تحقیق کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ مسلمانوں کا دعویٰ درست ہے۔ اور عیسائی محض اسوجہ سے اس بات پر اَڑے ہوئے ہیں۔ کہ اگر یہ ثابت ہوجائے۔ کہ جس فاران کا تورات میں ذکر ہے۔ وہ عرب ہی کی ایک

✤ سر ولیم اسے ایک کہانی قرار دیتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وادی ہے۔ تو انہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ رسول پاک صلعم واقعی سچے رسول ہیں ؂

ذیل میں مَیں دو ثبوت پیش کرتا ہوں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوجائیگا۔ کہ جس فاران کا تورات میں ذکر ہے۔ وہ وہی فاران ہے۔ جو عرب میں ہے۔ اور جس سے حضرت رسول پاک صلعم کا وجود نمودار ہُوا ہے؂

(۱) معجم البلدان جو کہ جغرافیہ عرب کی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے:-

فاران ثلٰثة مواضع۔ فاران[۱] اسم جبال مكة وقيل لها اسم جبال الحجاز ولها ذكر فی التوراة يجئ فی اعلام نبوة النبی صلعم۔ قال الامير ابو نصر ابن ابو بكر نصر بن القاسم بن قضاعة القضاعی الفارانی الاسكندری سمعت ان ذٰلك نسبة الیٰ جبال فاران وهی الحجاز۔ و فاران[۲] قال ابو عبد الله القضاعی فی كتاب خطط مصر فاران والطور كورتان فی كور مصر القبلية و فاران[۳] من قریٰ سمرقند

معلوم ہُوا فاران تین ہیں۔ ایک حجاز میں دوسرا طور یا سینا کے پاس اور تیسرا سمرقند میں۔

سمرقند والا فاران بحث سے خارج ہے۔ باقی رہ گئے دو۔ ایک حجاز والا اور دوسرا طور سینا کے قریب۔ طور والا وہ فاران نہیں۔ جو ابراہیمؑ کے وقت تھا۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں اس کا وجود بھی نہیں تھا۔ ہاں جیسا کہ گنتی $\frac{1}{12}$ سے ثابت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے وقت ایک فاران کوہ سینا کے شمال مشرق میں قادیش کے قریب تھا۔ اور وہی حجاز کا بیابان ہے۔ نہ غربی نشیب سینا کا۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب کی ایک قوم جو فاران بن حمیر کی اولاد سے تھی۔ اور بنی فاران کہلاتی تھی۔ کسی زمانہ میں سینا کے مغرب میں آباد ہوئی۔ اور اس سبب سے وہ مقام فاران مشہور ہوگیا۔ لہٰذا یہ وہ فاران نہیں جس کا توریت میں ذکر ہے ؂

(۲) یہ بات تواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچ چکی ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہ مکہ کے بیابان میں ہی آکر ٹھیرے تھے۔ اس کو اگر جھٹلا دیا جائے۔ تو دنیا میں کوئی صداقت صداقت نہیں رہتی۔ نہ تورات کو موسیٰؑ کی کتاب مانا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی حضرت اسحٰقؑ یا حضرت عیسیٰؑ وغیرہم کو انبیاء اللہ کے زمرہ میں سے شمار کیا جاسکتا ہے؂

(۳) پُرانے جغرافیوں اور قدیم کھنڈرات سے اگر یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جائے۔ کہ حضرت اسمٰعیل جہاں آباد ہوئے تھے۔ وہ عرب ہی کا خطہ ہے۔ تو ہمیں یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہوجائیگا۔ کہ فاران جس کا تورات میں ذکر ہے یہی ہے ؂

ریورنڈ کاتری پی کارای۔ ایم۔ اے اور مسٹر فاسٹر مشہور جغرافیہ دانوں نے تفصیل کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹوں کا ذکر کرکے ہر ایک کی جائے رہائش کے متعلق ثابت کیا ہے۔ کہ وہ سارے کے سارے عرب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مختلف حصص میں آباد ہو گئے تھے۔ اس مختصر سے مضمون میں گنجائش نہیں ورنہ مَیں ہر ایک کا نام اور جائے رہائش تفصیل کے درج کرتا۔ ہاں جو شخص دیکھنا چاہے۔ وہ سر سیّد احمدؒ صاحب کی کتاب خطبات احمدیہ سے اچھی خاصی واقفیت حاصل کر سکتا ہے ؂

مسٹر فاسٹر نے انجیل اور تورات کی سند سے جہاں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد عرب میں ہی آباد ہوئی تھی۔ وہاں اس امر کو بھی نہایت وضاحت سے بپایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ اولاد اسمٰعیلؑ کا مرکز حجاز تھا۔ اور حال کے جغرافیوں نے تو بالکل روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ قیدار جس کا اشعیا نبی کی کتاب میں ذکر ہے۔ وہ حجاز ہی میں آباد تھا۔ دیکھو ہسٹری جغرافیہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۸ ؂

(۴) خود توریت جس سے بڑھکر اور کوئی سند بنی اسرائیل کے لئے نہیں ہو سکتی۔ اس کے متعدد مقامات سے ثابت ہے۔ کہ قیداری عرب میں آ کر آباد ہوئے تھے۔

عرب کی بابت الہامی کتاب کی سُرخی کے نیچے لکھا ہے:۔

"عرب کے صحرا میں تم لات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو! پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرو۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔۔۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یُوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔" یسعیاہ $\frac{۲۱}{۱۳ \text{ تا } ۱۶}$

(۵) پولوس جو حضرت عیسٰیؑ کے سب سے بڑے جانشین تھے۔ ان کا ایک خط گلتیوں کے نام ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ عرب میں آ کر آباد ہوئی تھیں:۔

"ابراہیم کے دو بیٹے تھے۔ ایک لونڈی سے۔ دوسرا آزاد سے۔ پر وہ جو لونڈی سے تھا۔ جسم کے طور پر پیدا ہُوا۔ اور جو آزاد سے تھا۔ سو وعدے کے طور پر۔ یہ بات تمثیلی بھی مانی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ عورتیں دو عہد ہیں۔ ایک تو سینا پہاڑ سے جو ہُوا۔ وہ نرے غلام جنتی ہے۔ یہ ہاجرہ ہے۔ کیونکہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔ اور اب کے یروشلم کا جواب ہے۔"

قطع نظر اس تعصب کے جو بنی اسرائیل کو بنی اسمٰعیل سے ہے۔ اس خط سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کے قریب قریب کے زمانہ تک بنی اسرائیل اس بات کے قائل تھے۔ کہ حضرت ہاجرہ عرب میں آ کر آباد ہوئی تھیں۔ اگر حضرت ہاجرہ عرب میں آباد نہ ہوئی ہوتیں۔ تو ان کو عرب کا کوہ سینا کہنا کوئی معنے ہی نہیں رکھتا ؂

(۶) چھٹی بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں عرب کی شمالی حد اس حد تک وسیع تھی۔ کہ توریت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں جہاں حضرت اسمٰعیلؑ کی سکونت کا بیان ہے۔ اُس جگہ کا فاران میں شمار کیا جانا ہرگز بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ پیدائش ۲۵/۱۸ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی جائے سکونت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

102

"اور وہ حویلہ سے سُور تک جو مصر کے سامنے اس راہ میں ہے جس سے سور کو جاتے ہیں بستے تھے"۔

اور مسٹر مانسیو لیبان مشہور تاریخدان تمدّن عرب میں لکھتے ہیں:۔

"اس جزیرے کی حد شمالی اسقدر صاف اور آسان نہیں ہے۔ یعنی یہ حد اس طرح پر قائم ہوئی ہے۔ کہ غزہ سے جو فلسطین کا ایک شہر اور بحر متوسط پر واقع ہے۔ ایک خط جنوب بحر لوط تک کھینچا جائے۔ اور وہاں سے دمشق اور دمشق سے دریائے فرات تک اور دریائے فرات کے کنارے کنارے لاکر خلیج فارس میں ملا دیا جائے۔ پس اس خط کو عربستان کی شمالی حد کہہ سکتے ہیں"۔

اس تحدید سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصر کے سامنے جو زمین تھی۔ اور جسے توریت میں مسکن اسمٰعیلؑ کہا گیا ہے۔ وہ عرب ہی ہو سکتی ہے۔

بیئر سبع کی تحقیق:۔ دوسرا لفظ جس پر عیسائی اور یہودی مسلمانوں کے ساتھ جھگڑتے رہے ہیں۔ وہ بیئر سبع ہے۔ نصاریٰ کا خیال ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰق دونو کے ساتھ جس بیئر سبع کا ذکر ہے وہ دونو علیحدہ علیحدہ نہیں۔ بلکہ ایک ہے۔ حالانکہ توریت سے صریحاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیئر سبع دو ہیں۔ ایک حضرت ابراہیم والا۔ جس کا پیدائش ۲۱/۳۱-۳۲ میں ذکر ہے:۔

"اور ابی ملک نے ابراہام سے کہا۔ کہ یہ بھیڑوں کے سات مادہ بچے جو تو نے الگ کر رکھے۔ یہ کیا ہیں۔ اس نے کہا۔ یہ سات مادہ بچے تو میرے ہاتھ سے لے۔ تاکہ وے میرے گواہ ہوں۔ کہ میں نے یہ کُوآں کھودا اس لئے اس کا نام بیئر سبع رکھا"۔

دوسرے بیئر سبع کو قریہ بیئر سبع کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ جگہ جہاں حضرت اسحٰقؑ کے نوکروں نے اسوقت جبکہ حضرت اسحٰق اور ابی ملک کے درمیان عہد و پیمان اور حلف ہُوا تھا۔ ایک کُوآں کھودا تھا۔ ملاحظہ ہو پیدائش ۲۶/۳۲-۳۳ "اور ایسا ہُوا کہ اسی دن اسحٰق کے نوکر آئے اور اس کُوئیں کا حال جو انہوں نے کھودا تھا۔ بیان کیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ ہم کو پانی مل گیا۔ اور انہوں نے اس کا نام سبع رکھا۔ اسی واسطے اس شہر کا نام آجتک بیئر سبع ہے"۔ دیکھو بائیبل انسائیکلو پیڈیا مؤلفہ جے بی لاسن ایم۔ اے جلد ۱ صفحہ ۳ اس میں بوضاحت لکھا ہے۔ کہ ایک بیئر سبع یہودیہ کے جنوب میں اودیہ کی جانب واقع تھا۔ دوسرا گلیل کے اوپر کے حصہ میں۔ پہلا قادیش اور سور کے بیابانوں کے بیچ میں تھا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے اس کو بنایا تھا۔ یہ عرب میں ہے۔ کیونکہ قادیش ملک عرب میں واقع ہے۔ حضرت ہاجرہ جب حضرت سارہ سے ناراض ہو کر نکلی تھیں۔ تو اسی جگہ پر آئی تھیں۔ اور اسی کُوئیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے پاس ان کو خدا کا فرشتہ دکھائی دیا تھا۔ دیکھو پیدائش ۱۶ / ۱۳-۱۴

اب جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ قادیش عرب میں ہے۔ تو اس بات کا پتہ لگانا بالکل آسان ہو گیا۔ کہ فاران کہاں ہے۔ کیونکہ اس بات میں سب متفق ہیں۔ کہ فاران قادیش کے جنوب میں واقع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ علاقہ حجاز ہے۔

اس مختصر سی واقفیت بہم پہنچانے کے بعد ذیل میں میں وہ حوالہ درج کرتا ہوں۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ تھے۔ "تب اس نے بیئر سبع میں درخت لگائے۔ اور وہاں خداوند کا جو خدائے ابدی ہے نام لیا۔ اور ابراہام بہت دن فلستیوں میں رہا"

"اس کے بعد یوں ہوا۔ کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا۔ اور اسے کہا۔ کہ اے ابراہام۔ وہ بولا۔ کہ دیکھ میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا۔ کہ تو اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے بیٹے کو جسے تو پیار کرتا ہے اضحاق کو لے۔ اور زمین موریاہ میں جا۔ اور اسے وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤنگا۔ سوختنی قربانی کیلئے چڑھا۔

تب ابراہام نور کے تڑکے اٹھا۔ اور اپنے گدھے پر بارجامہ کسا۔ اور اپنے ساتھ دو جوان اور اپنے بیٹے اسحاق کو لیا۔ اور سوختنی قربانی کی لکڑیاں چیریں۔ اور اٹھکر اس جگہ جس کی بابت خدا نے اسے فرمایا تھا۔ چلا۔ تیسرے دن جب ابراہام نے اپنی آنکھ اٹھا کے اس جگہ کو دور سے دیکھا۔ تب ابراہام نے اپنے جوانوں سے کہا۔ تم یہاں گدھے پاس رہو۔ میں اس لڑکے کے ساتھ وہاں تک جاؤنگا۔ اور سجدہ کرکے پھر تمہارے پاس آؤنگا۔ اور ابراہام نے سوختنی قربانی کی لکڑیاں لیکے اپنے بیٹے اضحاق پر رکھیں۔ اور آگ اور چھری اپنے ہاتھ میں لی۔ اور وے دونوں ساتھ ساتھ چلے .... اور ابراہیم نے اپنا ہاتھ بڑھا کے چھری لی۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ وہیں خدا کے فرشتے نے آسمان سے پکارا۔ کہ اے ابراہام۔ اے ابراہام۔ وہ بولا۔ میں حاضر ہوں۔ .... اب میں نے جانا۔ کہ تو خدا سے ڈرتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے کو مجھ سے دریغ نہ کیا۔ تب ابراہام نے اپنی آنکھیں اٹھائیں۔ اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہیں .... اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پاوینگی۔ کیونکہ تو نے میری بات مانی۔ بعد اسکے ابراہام اپنے جوانوں کے پاس واپس پھر گیا۔ وے اٹھے اور ایک ساتھ بیئر سبع کو گئے۔ اور ابراہام بیئر سبع میں رہا" پیدائش ۲۲ / ۱ تا ۱۹

اور اس حوالہ کی غلط تفسیر سے حضرت اسحٰق کو ذبیح اللہ قرار دیا گیا ہے

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:-

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی سے قبل بھی بیئر سبع مقام پر تھے۔ اور بعد میں بھی وہیں تشریف لائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) بیئر سبع سے مریا کی۔۔۔ زمین کی مسافت تین دن کی ہے۔ جہاں حضرتؑ نے قربانی کا قصد کیا تھا۔

103

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کیا۔

(۴) یہ بچہ آپ کو بہت محبوب تھا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے کے صلہ میں حضرت ابراہیمؑ کو برکت بخشی۔

(۶) حضرتؑ سے وعدہ کیا۔ کہ تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پاوینگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

مسکن ابراہیم علیہ السلام:۔ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو جب خدا کے حکم سے گھر سے نکال دیا۔ تو وہ ایک عرصہ تک بیئر سبع میں سرگردان پھرتے رہے۔ اور اس حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا۔ کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو مریا جگہ لے جا کر قربان کرو۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ اور اسحٰقؑ سے جو کہ کنعان میں رہتے تھے۔ بہت دُور یعنی اس مقام پر تھے جہاں حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہ سکونت پذیر تھے۔ (یعنی بیئر سبع میں) پس یہ خیال کہ حضرتؑ نے اسحٰقؑ کو قربان کرنے کیلئے لیا۔ بالکل باطل اور بعید از قیاس ہے۔ پھر ہمارا یہ استدلال بھی اس صورت میں ہے جبکہ ہم بطور تنزل یہ تسلیم کرلیں۔ کہ حضرت اسحٰقؑ پیدا ہو چکے تھے۔ ورنہ جیسا کہ مَیں عنقریب ثابت کرونگا۔ قرآن کریم اور توریت دونو اس امر پر متفق ہیں۔ کہ قربانی کے وقت حضرت اسحٰقؑ پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ اشارۃً اس جگہ اتنا ذکر کرنا کافی ہے۔ کہ اوپر کے حوالہ سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے ذبیح اللہ کو قربان گاہ کے پاس ہی چھوڑ دیا تھا۔ اور خود اکیلے نوجوانوں کے پاس واپس آئے تھے +

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسحٰقؑ کی بشارت کے وقت یہ کہنا۔ کہ "کاش اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے" بھی بتاتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ آپکے پاس نہیں تھے۔ بلکہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیلؑ کے متعلق بارگاہ الٰہی میں اپنے اخلاص اور حُسن عقیدت سے دُعا کر رہے تھے۔ کہ کاش اسمٰعیل تیرے گھر کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ اور قرآن پاک بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰة۔ پس قرآن پاک اور تورات کا اتفاق بتاتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے اسوقت بیت اللہ کے پاس چھوڑا تھا جبکہ ابھی حضرت اسحٰقؑ عالم وجود میں نہیں آئے تھے +

پھر اس بات کی تائید کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنا مسکن بیئر سبع کو بنا لیا تھا۔ اس واقعہ سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ کہ پیدائش ۲۳ میں لکھا ہے۔ کہ جب حضرت سارہ بیمار ہوئیں۔ حضرت ابراہیمؑ ان کے پاس نہیں تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور کرب کو دیکھ کر سات دفعہ چکر لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حج قائم کر کے انہی صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان ہر حاجی کیلئے سات دفعہ دوڑنا لازم قرار دیکر اس کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا۔ اور اس میں ایک لطیف اشارہ فرمایا۔ کہ وہ لوگ جو خدا کی خاطر نرم بستروں کو چھوڑ کر خاردار کانٹوں پر بسیرا کرنا قبول کر لیتے ہیں۔ اور خوبصورت شہروں کے دلپسند مناظر کو ترک کر کے ریگستان کی اُڑتی ہوئی خاک پسند کر لیتے ہیں۔ مَیں ان کو ضائع نہیں کرتا۔ اور ان کی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

یہی سلوک خدائے برتر کا حضرت اسمٰعیلؑ سے ہُوا۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ہوش آیا۔ اور آپؑ اس عمر کو پہنچ گئے۔ کہ جسے ہوشمندی اور تمیز کی عمر کہا جا سکے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھائی دیا۔ کہ گویا آپ اپنے اکلوتے اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپؑ تشریف لائے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے سامنے اس خواب کو بیان فرمایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ جو کہ حضرت ہاجرہ جیسی پاک فطرت پاک طینت والدہ کے پاک بطن سے پیدا ہو کر اب قریباً جوانی کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدائے واحد کے وجود کی زندہ شہادت تھی۔ اس نے کمال اطاعت اور فرمانبرداری سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کیا۔

یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین۔

اباجان! مَیں نے پہلے کبھی اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ کیا ہے۔ جو مَیں اب انکار کرونگا۔ جب مَیں بچہ تھا۔ مَیں تو اسوقت بھی خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے لایا گیا تھا۔ اب تو مَیں بفضلہ تعالیٰ جوان ہوں۔

اسرائیلی دوستوں کا خیال ہے۔ کہ قرآن پاک میں جس ذبیح اللہ کا ذکر ہے۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ نہیں تھے بلکہ حضرت اسحٰقؑ تھے۔ اور ان کے اس خیال کی ہمارے بعض مسلمان مصنّفین نے بھی تائید کی ہے۔ حالانکہ - - - یہ واقعہ یقینی اور قطعی طور پر حضرت اسمٰعیلؑ کو پیش آیا۔ کیونکہ نہ حضرت اسحٰق عرب میں آئے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قربانی طلب کی۔ اس لئے مَیں انشاء اللہ تعالیٰ اس مختصر سے مضمون میں قرآن پاک۔ احادیث اور توریت سے ثابت کرونگا۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ حضرت اسحٰقؑ ہرگز نہیں۔

قرآن پاک نے جن آیات میں اس واقعہ کو صراحت سے ذکر کیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:-

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ وفات کی خبر سُنکر بیئر سبع سے کنعان تشریف لیگئے تھے ÷

نیز ہمارے اس خیال کو یہ واقعہ اور بھی تقویت دیتا ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا وصال ہُوا۔ تو آپؑ کے دونو صاحبزادگان حضرت اسحٰقؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ آپؑ کے پاس موجود تھے پیدائش ۲۵/۹۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ کہ حضرتؑ نے اپنی مستقل رہائش ایسی جگہ اختیار کی ہو۔ جہاں دونو بیٹے عند الضرورت پہنچ سکیں اور آپؑ بھی ہر ایک کے پاس جب چاہیں۔ آسانی سے پہنچ جائیں ÷

مقام قربان گاہ مریا کی تحقیق:۔ اس حوالہ میں ایک لفظ مریا آیا ہے۔ چونکہ محققین یورپ و ایشیا نے اس پر بہت بحث کی ہے۔ اور درحقیقت ہے بھی یہ تحقیق طلب لفظ۔ کیونکہ اس پر بحث کا انحصار ہے۔ اس لئے مَیں پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں نے اس پر کیا بحثیں کی ہیں۔ اور حق کیا ہے؟

سو جاننا چاہیئے۔ کہ نصاریٰ کا یہ خیال ہے۔ کہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ لیکن یہود اسے وہ جگہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں حضرت سلیمانؑ کا ہیکل تھا۔ مگر آزاد تحقیق کرنیوالے یورپین مصنفین ان دونو کو غلطی پر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مشہور محقق J. W. Colnens کولنزو کی رائے ہے۔ کہ نہ تو یہود کا یہ خیال درست ہے۔ کہ حضرت سلیمانؑ کے ہیکل والی جگہ ہے۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ کے بعد کسی نبی کی کتاب میں بھی اس کا ذکر نہیں آتا۔ اور نہ ہی نصاریٰ کی یہ رائے قابل التفات ہے۔ کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی ایسا مکان نہیں ہے۔ جسے مکان بعید کہا جاسکے۔

مسٹر کولنزو کے خیال کی اس بات سے اور بھی تائید ہوتی ہے۔ کہ توریت کے مختلف صحیفوں میں اس جگہ کے مختلف نام لکھے ہیں۔ دیکھو الرائی الصحیح فی من ھو الذبیح صـ۱۷

نقل مطابق اصل

حوالہ		حسب النسخۃ المسبعیہ	حسب النسخۃ العبرانیہ
سفر التکوین (پیدائش)	۲۲/۲	الی الارض العالیہ	الی ارض مورہ
" "	۱۲/۶	البلوطۃ العالیہ	میدان مورہ
سفر التثنیہ (استثنا)	۱۱/۳	قریب البلوطۃ العالیہ	علی قرب میدان مورہ
سفر القضاۃ	۷/۱	عند جبل مورہ	عند جبل مورہ
		حسب ترجمہ اقیلہ	حسب ترجمہ سماخوس

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ مترجمین تورات خود بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچے۔ کہ مورہ یا مریا کونسی جگہ ہے ÷

104
Digitized by Khilafat Library Rabwah

سراسٹانل لکھتے ہیں۔ " حضرت ابراہیم صبح کے وقت اپنے خیمہ سے نکل کر۔ اس مقام پر گئے۔ جہاں ان کو خدا نے حکم دیا تھا۔ لیکن یہ موریاہ کا پہاڑ نہیں ہے۔ جیسا کہ یہود کا دعویٰ ہے۔ نہ عیسائیوں کے خیال کے موافق قبر مقدس کے گرجا کے پاس ہے۔ یہ قیاس تو یہودیوں کے قیاس سے بھی زیادہ بعید ہے۔ اور اس سے بھی بعید مسلمانوں کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ جبل عرفات ہے۔ غالباً یہ مقام جرِ بزیم کے پہاڑ پر ہے۔ اور وہی قربانی گاہ سے مشابہ مقام ہے"

اس حوالہ سے اس قدر تو ثابت ہوگیا۔ کہ یہود اور نصاریٰ دونو کا خیال موریاہ کی تعیین میں درست نہیں ہے۔ باقی رہا مسلمانوں کا خیال۔ میرے خیال میں کوئی مسلمان بھی اس بات کا قائل نہیں۔ کہ مقام قربانی عرفات ہے۔ یہ محقق مذکور کو غلطی لگی ہے۔

غرض جیسا کہ میں ذکر کر آیا ہوں۔ اس مقام کی تعیین میں لوگوں نے یہانتک اختلاف کیا ہے۔ کہ اکثر نے اسے وصفی معنی قرار دیکر مختلف ترجمے کیئے ہیں۔ چنانچہ توریت کے بعض نسخوں میں اسی لفظ کا ترجمہ بلوطات عالیہ لکھا ہے بعض میں " زمین بلند" بعض میں مقام الرؤیا لکھا ہے۔ لیکن زیادہ صائب الرائے اصحاب نے اس مقام کو نام ہی سمجھ کر اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ بعد میں امتداد زمانہ اور لاپرواہی سے لفظ کی ہیئت بدل گئی۔ اور مریا کا مورہ ہو گیا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ عبرانی میں دونو لفظوں کا املا قریب ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

اصل صورت	صورت مبدلہ	قرأت
מרוה مروہ	מריה (مریہ)	مُرِیَّاہ
	מוריה (موریہ)	موریاہ
	מורה (مورہ)	مُورِہ

اب ہم وہ دلائل اور قرائن لکھتے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مریہ دراصل وہی مروہ ہے۔ جو کہ عرب میں واقع ہے۔

(۱) توریت۔ قاضیوں ۷ میں صاف لکھا ہے۔ کہ مورۃ عرب میں واقع ہے:۔

" اور مدیانیوں کا لشکر ان کی اُتر طرف کوہ مورہ کے متصل وادی میں تھا"

چنانچہ سارے جغرافیہ دان اس امر پر متفق ہیں۔ کہ مدیان عرب میں ہے۔

(۲) حدیث میں رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں (مروہ کی طرف اشارہ کرکے) قربانی گاہ یہ ہے۔ اور مکہ کی تمام پہاڑیاں اور گھاٹیاں قربان گاہ ہیں" (ترجمہ موطا امام مالکؒ)

حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قربانی منیٰ میں ہوتی تھی۔ مگر حضورؐ نے مروہ کی طرف اشارہ فرمایا جس سے صاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظاہر ہے۔ کہ حضورؐ کا منشاء یہ بتاتا تھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقام پر حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنا چاہا تھا۔

(۳) قرآن کریم سے اس کی اور بھی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

ثم محلها الی البیت العتیق هدیاً بالغ الکعبة ۔ ترجمہ۔ پھر قربانی کے جانوروں کی جگہ کعبہ ہے قربانی جو کہ کعبہ میں پہنچے۔

جغرافیہ دان اصحاب اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مروہ بالکل کعبہ کے مقابل اور اس کے قریب ہے۔

پس احادیث کی تعیین۔ فرقان حمید کی تصریح۔ عرب کی روایات جو کہ تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ تمام اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو مقام مروہ پر ہی حضرت نے قربان کرنا چاہا تھا*

اکلوتا بیٹا کون ہے؟ گذشتہ حوالہ میں یہ صراحت سے گذر چکا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ان کا اکلوتا بیٹا قربانی کے لئے مانگا تھا۔ نیز بتایا جا چکا ہے۔ کہ اکلوتا بیٹا باپ کو محبوب ترین ہوتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ اس تصریح کی موجودگی میں وہ پادری یا مترجم جنہوں نے کمال جرأت اور دلیری سے اس مقام پر حضرت اسمٰعیلؑ کا نام تبدیل کر کے اسحٰقؑ لکھدیا ہے۔ کسقدر ناانصافی اور دھوکہ سے کام لیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسرائیلی لوگوں نے حضرت اسحٰقؑ کی بیجا محبت، اور حضرت اسمٰعیلؑ کی حد سے بڑھی ہوئی دشمنی و عداوت کی وجہ سے اپنی عقل و فہم کو بالکل جواب دیکر توریت کو حضرت اسحٰقؑ کی یکطرفہ داستان بنا دیا ہے۔ کیونکہ معمولی سے معمولی عقل کا مالک انسان بھی اچھی طرح سے جانتا ہے۔ کہ اکلوتا بیٹا وہ ہوتا ہے۔ جسکے ماں باپ کے ہاں اس کے سوا اور کوئی بچہ نہ ہو۔ اور توریت میں صاف لکھا ہے۔ کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ برس کی تھی*

زبور کا حوالہ (۸۴)

"اے لشکروں کے خداوند۔ تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں۔ میری روح خداوند کی بارگاہوں کیلئے آرزمند بلکہ گداز ہوتی ہے۔ میرا من اور میرا تن زندہ خدا کیلئے للکارتا ہے۔ گورے نے بھی اپنا گھونسلا اور ابابیل نے اپنا آشیانہ پایا ہے۔ جہاں وے اپنے بچے رکھیں۔ تیری قربانگاہوں کو اے لشکر کے خداوند میرے بادشاہ اور میرے خدا۔ مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں۔ وے سدا تیری ستائش کرینگے۔ سلاہ۔ مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں۔ وے بکا کی وادی میں گذر کرتے ہوئے اُسے ایک کوآں بناتے۔ پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی۔ وے قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ خدا کے آگے صیہون میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

105

حاضر ہوتے ہیں"

یہ حوالہ موجودہ بائیبل زبور ۸۴/۶ میں ہے۔ لیکن علامہ شبلی نے جو کسی اور بائیبل سے سیرۃ النبی صفحہ ۱۴۰ پر نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وہ بکہ کی وادی میں گذرتے ہوئے۔ اسے ایک کوئاں بتاتے۔ برکتوں سے مورہ کو ڈھانک لیتے قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں"

اور ادھر ہم قرآن پاک میں دیکھتے ہیں — ان اوّل بیت وُضع للناس للذی ببکۃ مبارکا۔ (آل عمران) معلوم ہوا کہ وہی بکہ ہے جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔ کیونکہ جس مقام پر پہنچنے کا شوق حضرت داؤد علیہ السّلام کرتے ہیں۔ وہ اُس مقام پر صادق آسکتا ہے جس میں مندرجہ ذیل باتیں پائی جائیں:۔ (۱) قربانی گاہ ہو (۲) حضرت داؤدؑ کے وطن سے دُور ہو۔ (۳) وہ وادی بکہ کہلاتا ہو۔ (۴) وہاں مقام مورہ بھی ہو۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر دیکھو۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے وہی بکہ اور مروہ مراد ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

"اور جب ابراہیم کیلئے ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہُوا۔ تب ابراہام چھیاسی (۸۶) برس کا تھا" پیدائش ۱۶/۱۶ اور جس وقت حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے حضرتؑ کی عمر ۱۰۰ سو سال کی تھی۔

"اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے (حضرت سارہ سے) پیدا ہُوا۔ تو ابراہام سو برس کا تھا" پیدائش ۲۱/۵ معلوم ہُوا۔ حضرت اسمٰعیل ۱۴ سال تک ماں باپ کے اکلوتا بچّہ تھے۔ اور حضرت اسحٰقؑ پر کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں انہیں اکلوتا کہا جاسکے۔

اعتراض ۱ اور اس کا جواب:۔ بعض اہل کتاب تعصّب اور ضد کی وجہ سے اس موقعہ پر یہ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو گھر سے نکال دیا۔ تو پیچھے حضرت اسحٰقؑ اکلوتا رہ گئے تھے لیکن یہ جواب مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے:۔

اوّل۔ اکلوتا کا لفظ صرف اسی صورت میں چسپاں ہو سکتا ہے۔ جبکہ والدین کے گھر سوائے ایک بچّہ کے اور کوئی نہ ہو۔ کم از کم ہم نے آجتک کسی لُغت میں نہیں پڑھا اور نہ کسی فہیم اور عاقل انسان سے سُنا ہے۔ کہ اگر ایک اکلوتا بچّہ کہیں سفر پر چلا جائے۔ تو سفر اسکے اکلوتا ہونے میں حائل ہوجاتا ہے اور یہ فضیلت اس سے چھین کر اس سے چھوٹے کو دیدی جاتی ہے۔

دوم۔ اگر بطور تنزل یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ پہلے حضرت اسحٰقؑ اکیلے رہ گئے تھے۔ تو بھی بوجہ دُور دراز ہونے کے حضرت اسمٰعیلؑ زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ کہ انہیں اکلوتا کہا جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اعتراض ۲ اور جواب:۔ دوسرا اعتراض اسرائیلی یہ کیا کرتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ لونڈی سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کے جائز فرزند نہیں کہلا سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اوّل تو یہ بات تاریخ سے ثابت ہی نہیں ہوتی۔ کہ حضرت ہاجرہ سارہ کی لونڈی تھیں۔ (آپ مصر کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں) لیکن اگر ایک لمحہ کیلئے اسے تسلیم کر بھی لیا جائے۔ تو بھی یہود و نصاریٰ ہرگز اس امر کو تورات کی رُو سے پایہ ثبوت تک نہیں پُہنچا سکتے۔ کہ جو بیٹا لونڈی کے بطن سے ہو۔ وہ والد کا جائز فرزند نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اگر یہ عیب کی بات ہے۔ تو کیا حضرت یوسف علیہ السّلام نے عمر کا اکثر حصہ غلام رہ کر اور تمام بنی اسرائیل نے صدیوں فرعون کی غلامی میں رہ کر تمام معترضین اور غیر معترضین اسرائیلیوں کے ماتھے پر ہمیشہ کیلئے غلامی کا ٹیکا نہیں لگا دیا؟

کیا ایسے کُھلے کُھلے واقعات کی موجودگی میں بنی اسرائیل اس بات کے مجاز ہو سکتے ہیں۔ کہ بنی اسمٰعیلؑ کو یہ طعنہ دے سکیں۔ کہ تمہاری دادی لونڈی تھی؟ کیا انجیل میں حضرت مسیح علیہ السّلام کی دو دادیوں کے کارنامے ان کی نظر سے نہیں گذرے؟

ہم مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ لونڈی کے بیٹے تھے۔ لیکن وہ کوئی معمولی فرزند نہیں تھے۔ وہ وہی فرزند عالی مرتبت تھا۔ جس نے اپنی پیدائش سے اپنے باپ کے نام ابرام کو (جس کے معنی بلندی کے باپ کے ہیں) ابراہام سے (جس کے معنی قوموں کے باپ کے ہیں) بدل دیا۔ وہ وہی عالیجاہ شہزادہ تھا۔ جسے ایک عظیم الشان قوم کے سردار ہونے کا فخر حاصل ہے۔ وہ وہی اقبالمند بچّہ تھا جس کی پیدائش سے قبل حضرت ہاجرہ کو فرشتوں نے پُکار کر کہا تھا۔

"مت ڈر۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے۔ خدا نے سُنی۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کہ مَیں اس کو ایک بڑی قوم بناؤنگا"

ہاں ہاں وہ وہی لڑکا تھا۔ جس کی تربیت خدا نے خود اپنے ہاتھوں سے کی۔ اور اس کے صدق و اخلاص کی وجہ سے ہر وقت اس کا ساتھ دیا۔

"اور جا کر اس مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا"

بلکہ ہم جائز طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ وہ بچّہ تھا۔ جس نے اپنی پیدائش سے ایک دُنیا کی کایا کو پلٹ دیا۔ جس نے زمین و آسمان کی نئے سرے سے بنیاد رکھی۔ جس کی صلب سے آنحضرت صلعم سرورِ کونین جیسا فرزند پیدا ہُوا۔ جس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے جلال اور جمال سے اپنے اخلاص اور عبودیت سے اپنے تقویٰ اور طہارت سے دُنیا کی زینت کو دوبالا کر دیا
اس کی پیدائش کا مقصد حل کر دیا ؛

106

پس ایسے عظیم الشان اور علوِ مرتبت بچّے کے متعلق نادان عیسائیوں کا یہ اعتراض کہ آپ جسم کے طور پر پیدا ہوئے تھے۔ کیا حق سے دشمنی اور ناحق سے محبّت اور پیار نہیں ہے؟ کیا جسم سے پیدا شدہ بچّہ کی خاطر خدا تعالیٰ ایسے اعجازی نشان دکھا سکتا ہے۔ کہ یہ پیدائش سے قبل بشارت دی۔

(دوم) وعدہ فرمایا کہ میں اسے برکت دونگا۔ (سوم) حضرت ہاجرہ کو بشارت دی کہ اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا۔ پیدائش $\frac{16}{11-10}$ (چہارم) حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا کہ میں ایسا بیٹا دونگا جو تیرا وارث ہوگا۔ پیدائش $\frac{15}{5 \text{ تا } 2}$ (پنجم) بیایان میں پیاس لگی۔ تو یہ فرما کر ابھی میں نے اس سے بہت سے عظیم الشان روحانی وجسمانی تغیّرات پیدا کرنے ہیں۔ خارق عادت طور پر پانی مہیّا فرمایا اور ہر وقت ساتھ رہنے کا وعدہ کیا پیدائش $\frac{21}{20 \text{ تا } 17}$

معلوم ہوتا ہے ایسے معترضین کو شاید ضرورت سے زیادہ عقل اور فہم عطا ہوئی تھی۔ کہ ایسی صاف اور سیدھی باتوں کو اُلٹ پلٹ کر کے اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ بائبل میں جا بجا حضرت اسمٰعیلؑ کو بیٹا کر کے پکارا گیا ہے۔ اور کوئی وعدہ ایسا نہیں۔ جس میں حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ برابر شریک نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ بعض مقامات سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی نظر میں زیادہ محبوب اور پیارے تھے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی دُوربین روحانی آنکھوں کو نظر آرہا تھا۔ کہ اس کی صلب سے اللہ نے محمد رسول اللہؐ جیسا گوہرِ بے بہا پیدا کرنا ہے۔ اور اس کی اولاد کی جبینوں سے اللہ نے بیت اللہ کو آباد کرنا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ جب حضرت سارہ نے حضرت اسمٰعیلؑ پر ناراضگی کا اظہار کر کے حضرت ابراہیمؑ کو کہا۔ کہ اسکو نکال دو۔ تو حضرت ابراہیمؑ سخت ناراض ہوئے۔ پھر جب حضرت اسحٰقؑ کی بشارت ملی۔ تو محبّت اور پیار سے لبریز جذبات سے مجبور ہو کر بے اختیار مُنہ سے نکل گیا۔ "کاش اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے" پیدائش کے وقت اللہ نے فرمایا کہ میں نے تیری دُعا سُن لی۔ لہٰذا اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا۔ جس کا ترجمہ سمع اللہ دعاءہ ہے۔

غرض ایسے ایسے بیشمار قرائن ہیں۔ جن سے صریحاً ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے اور محبوب ترین فرزند تھے ؛

پس جب توریت کی بے شمار آیات اور قرائن سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی اکلوتے اور محبوب فرزند تھے۔ اور یہ میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں قربانی صرف اکلوتے بچّے کی ہی دی جاتی تھی۔ تو نتیجہ بالکل صاف اور واضح ہو گیا۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے حضرت اسحٰقؑ کسی صورت میں اس کے حقدار نہیں ہو سکتے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک اور دلیل جو کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر پیش کیجا سکتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اسمٰعیل کے معنے ہیں۔ خدا نے سن لیا۔ یعنی خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سن لی۔ ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کو نہایت بڑھاپے کی حالت میں جب یہ فکر پیدا ہوا۔ کہ میں بے اولاد جا رہا ہوں۔ پیچھے میرا کوئی نام لیوا نہیں۔ تو نہایت افسوس سے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ اے مولیٰ کیا میں بے اولاد مرونگا۔ اور میرا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ اللہ نے ان کی دعا سنی اور فرمایا۔ کہ اے ابراہیمؑ دلگیر مت ہو۔ تیرا صلبی بیٹا تیرا وارث ہوگا۔

پس ایسا الہامی بچہ جو بڑی تضرع اور عاجزی کی دعاؤں کے بعد پیدا ہوا ہو۔ اور پھر والدین کا ایک ہی بچہ ہو۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ہی گوہر مراد اچھلتا کودتا نظر آ رہا ہو۔ اور پھر بڑھاپے کی حالت میں۔ تو اس سے بڑھکر والدین کو اور کونسی چیز محبوب اور پیاری ہو سکتی ہے۔ ادھر تورات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور عقل بھی اسی بات کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کے رستہ میں سب سے پیاری چیز قربان کرنا چاہیئے۔

حضرت باری تعالیٰ نے بھی ابراہیمؑ کو فرمایا۔ کہ اے ابراہیمؑ میں نے نہایت مایوسی اور پریشان حالی کے وقت تجھے بیٹا دیا۔ پس اپنا پہلا اور پیارا بچہ شکریہ کے طور پر میری راہ میں قربان کر دے۔

اس حقیقت کو زیادہ واضح کرنے کیلئے ایک حوالہ میرے خیال میں درج کرنا زیادہ مفید ہوگا:۔

"اور وہ (حنا جو القانہ کی بیوی اور سموائیل نبی کی ماں تھی) نہایت دلگیر تھی۔ سو اس نے خداوند سے دعا مانگی۔ اور زار زار روئی۔ اور منت مانی اور کہا۔ اے رب الافواج اگر تو اپنی لونڈی کی مصیبت پر نظر کرے۔ اور مجھے یاد فرمائے۔ اور اپنی لونڈی کو فراموش نہ کرے۔ اور اپنی لونڈی کو فرزند نرینہ بخشے۔ تو میں اسے خداوند کیلئے نذر کرونگی۔ جب تک کہ وہ جئے۔ استرہ اسکے سر پر کبھی نہ پھریگا" اسموائیل ۱/۱۰-۱۱۔

معلوم ہوا۔ یہی رواج تھا۔ کہ پہلا بچہ قربان کیا جائے۔ آجکل کے نالائق والدین بھی اس بات کی حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے اپنی پیاری اور اکلوتی اولاد کو پیروں کے تکیوں پر چڑھاوا چڑھا دیتے ہیں جس سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ قدیم دنیا سے یہ رواج چلا آتا ہے۔ کہ اگر والدین کے گھر بچہ بہت بڑھاپے کی حالت میں یا نہایت مایوس کن حالت میں پیدا ہو۔ تو وہ شکریہ کے طور پر اسے راہ مولیٰ میں وقف کر دیتے تھے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کو ورثہ نہ ملنا بتاتا ہے۔ کہ آپؑ ذبیح اللہ تھے۔

شروع مضمون میں تیسری شرط میں نے قربانی کیلئے یہ بیان کی تھی۔ کہ شرائع سابقہ میں یہ دستور تھا۔ کہ جس کو قربان کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس کو ورثہ نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ اس کا ورثہ خدا کو قرار دیا جاتا تھا۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ تورات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو آبائی جائداد میں سے کوئی حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ دونو کو صرف پانی کی ایک

107

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشک دیگر رخصت کیا گیا۔ جو کہ اس بات کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ ورنہ جیسا کہ توریت سے ثابت ہے۔ اور جس کا میں حوالہ ابھی درج کر چکا ہوں۔ پلوٹھا ہونے کے حق کو کوئی چیز بھی زائل نہیں کر سکتی۔ بلکہ اسے دُگنا حصّہ ملتا ہے۔ کیونکہ وہ پہلی قوت سے پیدا ہوتا ہے +

لہٰذا اگر حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح نہ ہوتے تو ضرور اُن کو آبائی جائداد سے دُگنا نہیں تو کم از کم حضرت اسحٰقؑ کے برابر حصّہ ملتا۔ حصّہ کا حقدار ہونا اور پھر حصّہ نہ ملنا بتاتا ہے۔ کہ اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔ اور ادھر توریت پر جب ہم غور کرتے ہیں تو پتہ لگتا ہے۔ کہ جن لوگوں کو نذر پر چڑھایا جاتا تھا۔ ان کو حصّہ شریعت ابراہیمی کی رُو سے نہیں ملتا تھا +

ان تمام واقعات پر نظر ڈال کر ہم ایک یقینی نتیجہ پر پُہنچتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ تھے حضرت اسحٰقؑ ہرگز نہ تھے۔ ورنہ کوئی قرینہ ان کے ذبیح اللہ ہونے کا بھی ضرور پایا جانا چاہیئے تھا +

"تیرے حضور" کے الفاظ سے حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر استدلال

ایک اور زبردست دلیل جو دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہی تھے۔ حضرت اسحٰقؑ نہ تھے۔ یہ ہے کہ پیدائش ۱۷/۱۸ میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حضرت اسحٰقؑ کی بشارت دی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ "کاش ابراہیمؑ تیرے حضور جیتا رہے"۔ اور جیسا کہ تورات کے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ تیرے حضور جیتا رہنے کا یہی مفہوم ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو راہ مولیٰ میں وقف کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) تب خداوند ابرام کو نظر آیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ مَیں خدائے قادر ہوں۔ تو میرے حضور میں چل۔ اور کامل ہو" پیدائش ۱/۱۷
میرے حضور کے الفاظ قابل غور ہیں۔

(۲) "تو اس کی آواز پاک مکان میں داخل ہونے کے وقت خداوند کے روبرو اور نکلنے کے وقت سُنی جائیگی" خروج ۲۸/۳۵

(۳) "اور ہارون اور اس کے بیٹے دہنے ہاتھ اس بیل کے سر پر رکھیں۔ اور اس کو روبرو خداوند کی جماعت کے خیمے کے دروازے پر ذبح کرے" خروج ۲۹/۱۱ ۔

(۴) "سو ہارون بنی اسرائیل کا عدل اپنے دل پر روبرو خداوند کے ہمیشہ اُٹھائے رہے" خروج ۲۸/۳۰

(۵) "سو یہ سوختنی قربانی تمھاری پشت در پشت جماعت کے خیمے کے دروازے پر خداوند کے آگے ہمیشہ ہوگی"۔ ۲۸/۴۲

(۶) "اس ٹوکری سے جو خداوند کے روبرو ہے لے" ۲۸/۲۹ ۔

غرض اس قسم کے الفاظوں سے توریت بھری پڑی ہے۔ مَیں نے نمونہ" صرف ایک دو بائبل کے حوالجات فراہم کیئے ہیں۔ اور مَیں سمجھتا ہوں۔ کہ بطور مثال پیش کرنے کیلئے کافی ہیں +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قربانی کا وقت :- اب میں بفضلہ تعالیٰ قرآن کریم اور توریت سے بوضاحت ثابت کر چکا ہوں۔ کہ ذبیح اللہ ہونیکا فخر حضرت اسمٰعیلؑ ہی کو حاصل ہے۔ حضرت اسحٰق کے متعلق کوئی دلیل قرآن کریم اور توریت سے نہیں ملتی۔ لہٰذا ایک بات کا جواب دیکر جس پر محققین اسلام اور عیسائیت کے درمیان بہت گرما گرم بحثیں ہوتی ہیں۔ میں اس حصہ کو ختم کر کے آگے چلتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی قربانی کا زمانہ کونسا ہے۔ میں نے جہاں تک تحقیق کی ہے۔ قرآن پاک اور توریت سے صریحاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش سے قبل یہ واقعہ ہو چکا تھا۔ اور اسی کے صلہ میں اللہ جل شانہٗ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی بشارت دی تھی۔ قرآن پاک میں جیسا کہ میں درج کر چکا ہوں۔ آتا ہے۔ فلما بلغ معه السعی قال یا بنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحك - اور ظاہر ہے۔ کہ یہ زمانہ بارہ تیرہ سال کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور جب ہم توریت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہاں بھی یہی لکھا پاتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب سو برس کے ہوئے۔ تب حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی ۸۶ برس کی عمر میں یعنی حضرت اسحٰقؑ سے تیرہ برس قبل پیدا ہو چکے تھے۔ نیز توریت کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اکلوتے بیٹے کو خدا کی نذر کیا۔ ہمارے خیال کو اور بھی تقویت پہنچاتا ہے۔ کہ قربانی پیدائش اسحٰقؑ سے قبل ہو چکی تھی۔ ورنہ بعد میں آپ اکلوتے نہیں رہتے۔ ہاں پلوٹھا آپ کو کہا جا سکتا ہے۔ پھر پیدائش اسحٰق کے وقت حضرت کا یہ کہنا کہ "کاش اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے" معاملہ بالکل صاف کر دیتا ہے۔ کہ اسوقت حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا کی نذر کر چکے تھے۔ کیونکہ میں پیچھے بتا چکا ہوں۔ کہ یہ الفاظ اسی شخص کے متعلق بولے جاتے ہیں۔ جو خدا کی نذر ہو چکا ہو +

خاتمۃ الکلام :- بالآخر میں اسرائیلی دوستوں کے انصاف اور راستی سے پُرزور اپیل کرتا ہوں۔ کہ کیا یہ راستی اور صداقت کا خون اور امانت اور دیانت سے کھلی دشمنی نہیں ہے۔ کہ اسقدر واضح اور کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے محض اس بنا پر آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو ذبیح اللہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اس سے بنی اسمٰعیل کے سامنے آپ لوگوں کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ جب ہم نے تمہارے مسلّمات کی رُو سے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے جائز فرزند اور پلوٹھے اور اکلوتے بیٹے تھے۔ اور حضرت خلیل اللہ کی دُعا اور وعدہ الٰہی اور بشارت کے مطابق پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو محبوب ترین تھے۔ اور برکت کے وعدے بھی ان کے متعلق توریت میں ویسے ہی ہیں جیسے حضرت اسحٰقؑ کے متعلق بلکہ ان سے بڑھ کر۔ پھر قربانی کی عظیم الشان یادگار بھی حضرت اسمٰعیلؑ ہی کی اولاد میں ہر سال اس کی شان کو تازہ کرتی ہے۔ تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے ذبیح اللہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن مجید کی آیات و سُوَر کے باہمی ربط و نظم پر نظر

(بسلسلہ اپریل ۱۹۳۴ء)

(نمبر ٦)

ازالۂ شبہ و فلسفۂ معراج

وماجعلنا الرؤیا التی اریناك الافتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن ونخوفهم ۔ یہاں سے جواب گذشتہ پر جو شبہ وارد ہوتا تھا۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ تقریر شبہ یہ کہ جب معجزات سے مقصود تخویف ہے اور ان کے نزول کے لئے یہ دو شرائط لازم ایک[1] توافق قوت نبی۔ دوم[2] استعداد قوم۔ تو ان دو امروں معراج[1] اور شجرہ[2] ملعونہ میں جس کا نظارہ معراج کے ضمن میں کرایا گیا کونسی حکمت اور کونسی شرط معجزات کی پائی جاتی ہے۔ گویا یہاں سے خاص معجزہ (معراج اور اسکے ضمنی نظارہ) کے فلسفہ کا سوال ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں مطلق معجزات کے فلسفہ کا سوال تھا۔ خلاصۂ جواب یہ کہ یہ ہر دو معجزات قوم کی استعداد معلوم کرنے اور ان میں سے کامیاب اور ناکام افراد میں امتیاز کرنے کیلئے بطور پرچۂ امتحان کے ہیں۔ ایک[1] الرؤیا یعنی معراج ہے جس میں قوم کی اعلیٰ ترقی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اور دوسرا[2] شجرہ ملعونہ ہے۔ جو گویا قوم کے تنزل وادبار کی حالت کا فوٹو ہے۔ ان ہر دو معجزوں یا پرچہ ہائے امتحان سے مقصود ان لوگوں کی استعدادات کا امتحان لینا ہے۔ فتنة للناس ۔ جیسے اعلیٰ استعداد کے طلبہ سوالات کے سُنتے ہی ان کے اصلی جواب اور صحیح نتائج تک پہنچ جاتے ہیں اور ردّی استعداد والے ان کی اُلجھن میں پھنسکر حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ ایسے ہی قوم میں سے اعلیٰ استعداد والے جو اپنی اصل فطرت صحیحہ پر قائم ہیں ان دونو معجزات اور بصیرت افزا واقعات کے سُنتے ہی فوراً انپر ایمان لاتے ہوئے ان کے اصل مقصد اور نتیجہ تک پہنچ جائینگے۔ اور وہ انہیں اپنی زندگی کے ارتقاء کا پروگرام سمجھکر اپنی حیات ملیہ کے

---

[1] شجرہ ملعونہ کی تفسیر دوسری جگہ شجرۂ زقوم سے آئی ہے ان شجرة الزقوم طعام الاثیم ( ) جو کہ ارض ملعونہ جہنم کی پیداوار ہے۔ انها شجرة تخرج فی اصل الجحیم ۔ (صافات) مگر چونکہ جہنم جذبات نفسانیہ کے اشتعال ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا شجرہ ملعونہ بھی جسے اخروی اصطلاح کی رُو سے شجرۂ زقوم کہا گیا ہے۔ کسی نفسانی اشتعال ہی کا نتیجہ اور مظہر ہونا چاہیئے۔

واضح ہو کہ ہر ایک نبی کی بعثت کے وقت بعض طبائع ایسی ہوتی ہے جن کے قلوب صالح اور فطریں صحیح ہوتی ہیں۔ ان کے اندر ایمان و اطاعت الٰہی کا جذبہ پاک بیج کی مانند مخفی ہوتا ہے۔ جو اس نبی کی رُوحانی توجہ و تعلیم اور وحی الٰہی کی بارش سے نشوونما پاکر شجرہ طیبہ بنجاتا ہے۔ جس کے خوشگوار ثمری مومنین کی جماعت ہر وقت متمتع ہوتی رہتی ہے۔ الم ترکیف ضرب الله مثلاً کلمةً طیبةً کشجرة طیبة ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصلها ثابتٌ و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها (ابراہیم)

اور ان کے مقابل ایک دوسری جماعت کفار و معاندین کی بھی ہوتی ہے۔ جن کی طبیعت میں تمرد اور سرکشی کا خبیث بیج مخفی ہوتا ہے۔ جنکی بدی اور خباثت نبی کی بعثت پر ظاہر ہوتی ہے۔ اسوقت تمرد و عصیان کی خباثت جو بمنزلہ بیج کے ہوتی ہے۔ اس نبی کی مخالفت اور انکار کی وجہ سے بڑھتی بڑھتے آخر میں وہ ایک شجرہ خبیثہ کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ اسوقت بقاء اصلح کے قانون کی رو سے قہر الٰہی کا ہاتھ بڑھکر اس خبیث درخت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتا ہے۔ مثل کلمةٍ خبیثةٍ کشجرةٍ خبیثة اجتثت من فوق الارض مالها من قرار (ابراہیم) پس تفصیل بالا کے مطابق یہاں شجرہ ملعونہ سے مراد کفار قریش کی وہ شیطانی تحریک ہے جس کا جال انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پھیلا رکھا تھا ۱۲ مؤلف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

95

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ ..... سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ..... سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ صٰفٰت ع ۳و۲)

قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل یقینی قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ نہ حضرت اسحٰقؑ :-

اوّل ۔ پہلا قرینہ :- ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ نے رب هب لی من الصّٰلحین کی دُعا کی ہے۔ اسوقت آپؑ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جیساکہ توریت سے بھی ظاہر ہے۔ حضرتؑ کی دعا قبول فرماکر بطور بشارت فرمایا۔ فبشّرنٰه بغلٰمٍ حلیم۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ غلام حلیم سے مراد پہلا بچہ ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پیدا ہُوا۔ اور وہ سوائے حضرت اسمٰعیلؑ کے اور کوئی نہیں۔

دوم ۔ دوسرا قرینہ :- دوسرا قرینہ جو ان آیات پر سرسری نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ جلّ شانہٗ نے واو عاطفہ کو درمیان میں لاکر دونو بشارتوں میں فرق کر دیا ہے۔ پہلے ایک غلام حلیم کی بشارت دی۔ بعدازاں متعلقہ واقعہ ذکر کرکے فرمایا۔ وبشّرنٰه باسحٰق نبیًّا من الصّٰلحین عربی زبان سے مذاق رکھنے والے دوست جانتے ہیں۔ کہ اگر طبائع اس خیال سے بالکل آزاد ہوکر اس کلام کو پڑھیں۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ ہیں۔ یا اسحٰقؑ۔ تو ہرگز کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں جا سکتا کہ دونو بشارتیں ایک شخص کے متعلق ہیں۔ اصل وجہ دونو کے ایک سمجھنے کی یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ جن لوگوں کے قلوب میں یہود و نصارٰی کی روایات سُنکر یہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نظام عمل پر علیٰ وجہ البصیرۃ واقف ہو جائینگے - اور قوم کے ردی افراد جو اپنی استعدادات کو فاسد اور فطرت صحیحہ کو تباہ کر چکے ہیں ان کے لئے یہ واضح اور روشن مضامین باعث تشویش بن جائینگے - اور شبہات و وساوس کے پردے ان کے درمیان حائل ہو کر انہیں توفیق ایمان سے محروم اور صحیح نتائج کے دیکھنے سے نابینا کر دینگے - پس ان ہر دو معجزات سے ایک مقصد تو امتحان ہے - لیکن جیسے بعد امتحان کے یہ ضرور ہے کہ کامیاب افراد کو ترقی کے مناصب پر پہنچایا جائے اور ناکام افراد ان مراتب عالیہ سے محروم رہ کر تنزل کے گڑھے میں بھٹکتے پھریں - ایسا ہی اس امتحان کے بعد بھی یہ ضروری ہے کہ فیل شدہ اشخاص کو ایسے مضامین پیش کیئے جائیں جن سے ان کی قوت ارادیہ پر اثر پڑے اور ان کے جذبات باعثۃ علی الحرکات بمقابلہ جماعت حقہ کے مغلوب ہوں - اس لئے دوسرا مقصد ان معجزات سے تخویف بھی ہے - (ونخوفھم) یعنی ان کی قوائے ارادیہ کو مرعوب کرنا ہے - لیکن یہ تخویف ان اشخاص کے حق میں ہے جو متوسط الحال اور قابل اصلاح طبائع ہیں - اور وہ طبائع جن کی سرکشی و طغیانی حد اعتدال سے تجاوز کر چکی ہے - ان کے لئے اس تخویف کے ذریعہ اتمام حجّت ہے - اور وقوع عذاب کی پیشین گوئی ہے - کیونکہ جب یہ لوگ ان خبروں کو سُنکر ان سے متمتع ہونے کی بجائے اُلٹے سرکشی اور مخالفت میں بڑھ جائینگے تو ان پر عذاب کا آنا بھی لازم ہے - فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا -

تتمّہ باب چہارم - ضرورت قوانین ماسبق

اب اس کے بعد آیت ۶۱ لغایت ۶۵ میں فطرت انسانی کی حدود ترقی کا خاکہ پیش کر کے گذشتہ قوانین کی ضرورت پر روشنی ڈالی جاتی ہے - واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم الآیۃ میں یہ اشارہ ہے کہ فطرت انسانی اسقدر اعلیٰ و بلند مرتبہ پر پیدا کی گئی ہے کہ کائنات عالم ملکوت اس کی خدمت و اطاعت میں مصروف ہو کر اسے نیکیوں کی طرف تحریک دلاتے رہینگے - اور دوسری طرف ایسی خبیث ہستیاں (ابلیس و جنودہ) بھی موجود ہیں جو انسان کو اس رُتبۂ اعلیٰ سے گرانے کی کوشش میں ہیں تو گویا انسان ان دو ہستیوں کی کشمکش کے مابین ہے - پس جب ہر دو قوتیں اصول تنازع للبقاء کی رُو سے ٹکرائینگی تو ان کی اس کشاکش سے انسان ضرور متأثر ہو گا - لہٰذا اب اسے ایسے قانون کی ضرورت پڑیگی جسکے ذریعہ وہ اس مخمصہ سے نکلکر بلاخدشہ ترقی کی راہ (صراط مستقیم) لیکر منزل مقصود پر پہنچے - قانون کی ضرورت بھی تب پڑتی ہے جبکہ متضاد قوٰی کی تاثیرات میں انسان مبتلا ہو جائے مذہب اسی قانون کا نام ہے - پس جب انسان اس قانون کی پیروی کرتا ہے تو اسے وہ قوت اور شوکت عنایت کیجاتی ہے کہ پھر شیطان اور شیطانی تحریکات اس کے پاس تک نہیں بھٹک سکتیں - ان عبادی لیس لك علیھم سلطان - کیونکہ اسوقت ربوبیت الٰہیہ اس کی متکفل اور ذمہ وار بنجاتی ہے - وکفٰی بربك وکیلا +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مادی ترقی سے رُوحانی ترقی کی طرف انتقال

اس کے بعد آیت ۶۶ و ۶۷ میں روحانی ترقی کی ضرورت کو مادی ترقی کے پیرایہ میں بتلاتے ہوئے آیت ۶۸ و ۶۹ میں تصریف الآیات کے طریق پر حالات شخصی سے حالات قومی کی طرف انتقال کرتے ہوئے اور عواقب کلی کو عواقب جزئی پر قیاس کرنے کے اصول پر توجہ دلاتے ہوئے آیت ۷۰ میں مدارج ارتقاء انسانی کا تذکرہ بایں الفاظ ملتا ہے۔ ولقد کرمنا بنی اٰدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً۔ اس آیت میں انسانی ترقی کے حسب ذیل چار درجات کا بیان ہے۔

109

پہلا درجہ۔ کرمنا۔ یعنی اخلاقی پہلو سے ترقی کرنے کا مادہ انسان میں ودیعت رکھا گیا ہے۔ پس ایسا قانون جو اس کی اخلاقی ترقی میں حارج ہو وہ کبھی فطرت انسانی کے مطابق نہیں آسکتا۔

دوسرا درجہ۔ حملناھم فی البر والبحر۔ یعنی سیاسی حیثیت سے ترقی کرنا ہے۔ چنانچہ فطرت انسانی میں بروبحر کی حکومت کرنے اور تمام اشیاء کو مسخر ومقہور بنا کر ان سے استفادہ اُٹھانے کا مادہ رکھا ہُوا ہے۔ پس جو قانون اس کی اس سیاسی آزادی میں خلل انداز ہوگا۔ وہ بھی اس کی فطری پیاس کو بجھا نہیں سکتا۔

تیسرا درجہ۔ رزقناھم من الطیّبات۔ یعنی اقتصادی ترقی کا ہے۔ ہر ایک حلال وطیب چیز جو فطرت انسانی کے مطابق ہے اس سے نفع اُٹھانا مقتضیات طبیعت بشری سے ہے۔ پس جو قانون اسکی اس فطری اقتضاء کو روکنا چاہے وہ بھی اس کے لئے قابل عمل نہیں ہو سکتا۔

چوتھا درجہ۔ فضلناھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً۔ یعنی روحانی ترقی کا ہے۔ پس جو قانون انسان کی روحانی پیاس کو نہیں بجھا سکتا اور اسکے قوائے روحانیہ کے نشوونما کیلئے کوئی غذا مہیا نہیں کر سکتا۔ وہ بھی حقیقت میں نشأۃ انسانیہ کے اصلی مقصد ارتقاء کیلئے کارآمد نہیں۔ ان تمام حیثیات ترقی کو مدنظر رکھ کر قانون وضع کرنا انسانی دماغ کا کام نہیں۔ بلکہ یہ اس قدوس ذات کے شایان شان ہے جو علیم بذات الصدور ہے۔ جو فطرت انسانی کی خلاق اور اس کی طبعی رفتار کی پورے طور پر نبض شناس ہے۔ دنیا کے بہترین سے بہترین انسانی دماغ اگر قانون سیاسی وضع کرینگے تو ممکن نہیں کہ اسے صحیح فلسفۂ اخلاقیات کے مطابق کر سکیں۔ یورپ کے قوانین سیاست اور اس کی اخلاقی حالت کے حیا سوز واقعات ملاحظہ ہوں۔ یا اگر انسان

۱؎ جرمنی کا مشہور فلاسفر اور سیاست کا اعلیٰ ترین ماہر برن ہارڈی جب فلسفۂ فوائد جنگ بیان کرنے لگتا ہے تو اس جوش میں اس کی حرارت دماغی اس قدر تیز ہوجاتی ہے کہ بے تحاشا اس سے یہ الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ کہ زندگی جنگ کیلئے ہے اور میں ان کو پاگل سمجھتا ہوں جو امن کے دلدادہ ہیں۔" بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہدیتا ہے کہ "امن بداخلاقی ہے"۔ پس اگر ایسے دماغوں کے اختراعی قوانین دنیا میں نافذ ہو جائیں۔ تو کیا نتائج پیدا کریں۔ لقد صدق اللہ تعالیٰ ولو اتبع الحق اھوا ئھم لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فیھن (المؤمنون ع۴) ۱۲ مؤلف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخلاقیات کی طرف انہماک کرے تو ممکن نہیں کہ اسے فلسفۂ سیاست یا طبعی حالت بشری کے موافق کر سکے چنانچہ عیسائیت اور ہندو ازم کی اخلاقی تعلیم ملاحظہ ہو۔ پس ثابت ہُوا کہ انسانی ترقی کا صحیح ذریعہ یہ ہے کہ انسان ایسے قانون کی اتباع کرے جو حیات انسانی کے مدارج ارتقاء کو مدِّ نظر رکھ کر وضع کیا گیا ہو۔ اور وہ فقط دین اسلام ہی ہے۔ ان الدّین عند اللہ الاسلام اسی کے دستور اساسی کا نام قرآن حکیم اور کتاب مبین ہے ؛ (باقی آیندہ)

صحابہ کرامؓ کی تونگری

حضرت عثمانؓ جاہلیت میں بھی تجارت کرتے تھے۔ اور اسلام میں بھی یہی پیشہ اختیار کیئے رہے۔ حضرتؓ نے اپنی حیات مبارک میں اسلام کے لیئے جو کچھ خرچ کیا۔ اس کا علم سب کو ہے۔ رفاہ عام اور ضروریات قومی پر بیش بہا رقمیں صرف کرنے کے باوجود شہادت کے وقت آپ نے ڈیڑھ لاکھ طلائی دینار اور تین کروڑ نقرئی درہم چھوڑے۔ علاوہ بریں ان کے پاس ایک ہزار اونٹ تھے۔ خیبر وغیرہ میں جو زمینیں وقف تھیں۔ ان کی قیمت دو لاکھ دینار تھی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بھی بہت دولت مند تھے۔ انہوں نے اپنی ایک زمین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں فروخت کی تھی۔ اور یہ ساری رقم محتاج رشتہ داروں اور حاجتمند مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھی۔ وفات کے وقت ان کے پاس ایک ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں۔ اور سو گھوڑے تھے۔ ان کی کھیتی کو بیس جانور سیراب کرتے تھے۔ سونا اتنا زیادہ تھا۔ کہ اسے کلہاڑیوں سے کاٹا گیا۔ اور کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ کی چار بیویاں تھیں۔ ہر بیوی کو ترکے میں سے اسّی اسّی ہزار درہم ملے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران نے وفات کے وقت ڈھائی لاکھ درہم چھوڑے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ نے جو مال چھوڑا۔ حسب روایت طبقات ابن سعدؓ اس کا اندازہ تین کروڑ باون لاکھ درہم تھا۔ ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو گیارہ لاکھ درہم کا حصہ ملا۔ ان پر بارہ لاکھ درہم قرض تھے۔ قرض کی وجہ یہ تھی۔ کہ لوگ ان کے پاس روپیہ امانتیں رکھتے آتے۔ تو فرماتے کہ مجھے قرض کے طور پر دے جاؤ۔ امانت کے طور پر نہیں۔ تاکہ اگر روپیہ خرچ ہو جائے۔ تو امانت میں خیانت نہ قرار پائے بلکہ قرض سمجھا جائے۔ حضرت طلحہؓ نے شہادت کے وقت جو دولت چھوڑی اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے خزانچی کے پاس ایک کروڑ دو لاکھ درہم نقد تھے۔ اور ان کی غیر منقولہ جائداد کی قیمت تین کروڑ درہم تھی۔ حضرت عمر بن العاصؓ کی روایت ہے۔ کہ حضرت طلحہؓ کے خزانے میں بیل کی سو کھالیں تھیں۔ اور سب سونے سے لبریز تھیں۔ حضرت طلحہؓ اپنے پورے کنبے کے کفیل تھے۔ ہر سال حضرت عائشہؓ کو دس ہزار درہم بطور نذر دیا کرتے تھے۔

یہ ان صحابہ کرامؓ کے حالات ہیں جنمیں سے ایک خلافت راشدہ کی تیسری سنہری کڑی ہیں۔ بقیہ چار عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر مسلمان سوچیں۔ کہ دولت بجائے خود کوئی بُری چیز ہے؟ البتہ اسے ضروری قومی و دینی و انسانی مواقع پر استعمال نہ کرنا۔ اس سے صحیح کام نہ لینا بلکہ ذاتی تعیش کا ذریعہ بنانا یا حاجتمندوں کی ضروریات سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کیلئے استعمال کرنا بے حد بُرا ہے ؛ (انقلاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۱۵

المقتبسات والملتقطات

طوفان نوحؑ اور بربادی قوم لوطؑ کی تصدیق

انبیاء علیہم السلام کے جو حالات مذہبی کتابوں مثلاً توریت یا قرآن الحکیم میں مذکور ہیں ان میں سے بعض پر عرصے سے "متنورین" اعتراضات کرتے رہے ہیں۔ لیکن آثار قدیمہ کی کھدائی نے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں سے ہر واقعہ مستقل تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ مثلاً بعض اہل مغرب طوفان نوحؑ کے منکر تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مولد "اور" اور بابل کی کھدائی کے دوران میں زمین کی ایک تہ ایسی ملی جو اس سرزمین کی تہذیب کے آثار سے بالکل خالی تھی۔ اس سے یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تین ہزار سال یا اس سے بھی قبل بہت بڑا طوفان آیا جو اس سارے علاقے پر مسلط رہا اور بہت مدت تک یہ زمین زیر آب رہی۔

سدوم اور عمورہ کی بستیوں کی بربادی کے واقعہ پر بھی اعتراض کیا جاتا تھا۔ جو حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں تھیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں برباد ہوئی تھیں۔ حضرت لوطؑ نے سدوم اور عمورہ کی وادی کو زرخیز ترین حصہ سمجھ کر اسے آبادی کیلئے منتخب کیا تھا۔ لیکن آج اس سے بڑھ کر بنجر خطہ اور کوئی نہ ہوگا۔ پچھلے سال ایک ہوا باز بحیرہ لوط کے اوپر اڑا جا رہا تھا۔ تو اسے پانی کے اندر وسیع کھنڈر نظر آئے۔ اس باب میں تحقیق و تفتیش جاری ہے۔ لیکن آج ہمیں معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اس حصہ اراضی کے اندر تیل کے وسیع خزانے ہیں۔ ایسے خطوں میں بعض اوقات گیس اسقدر جمع ہو جاتی ہے کہ وہ یا تو خود بخود مشتعل ہو کر زمین کے اندر سے نکل آتی ہے یا کوئی زلزلہ اس کے لئے منفذ پیدا کر دیتا ہے اور گیس کے ساتھ تیل کے اجزاء اوپر اڑتے ہیں پھر شعلوں کی صورت میں زمین پر برسنے لگتے ہیں۔ اور یہ شعلے اس درجہ تیز ہوتے ہیں کہ پانی میں گر کر بھی ان کا اشتعال نہیں رکتا۔ سدوم اور عمورہ یقیناً اسی طرح تباہ ہوئے۔ خود زمین اس واقعہ کی شہادت دے رہی ہے جسے کوئی انسان جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

باقی رہا اس زمین کا زرخیز سے بنجر ہو جانا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد زمین کے اندر سے شور بمقدار کثیر باہر نکل آیا اور ساری زمین کلیۃً بنجر بن گئی۔ بہار کا زلزلہ ہمیں بتا رہا ہے کہ محض ریت کے باہر آ جانے سے بھی زرخیز خطے بنجر بن سکتے ہیں۔ بہار میں ریت کو ہٹا کر زمینوں کو درست کرنے کی تجویز ہے۔ لیکن اگر خالص شور کثیر مقدار میں باہر نکل آئے تو پھر اس کا کوئی دفعیہ ممکن نہیں۔

یوشع علیہ السلام کی کتاب میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل نے جب فلسطین پر حملہ کیا تھا تو دریائے اردن کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبور کے دوران میں ان کے پاؤں کے تلوے تک خشک رہے تھے بیان کیا گیا ہے کہ شہر آدم کے قریب جو دریا کے دہانہ سے چودہ میل اوپر آباد تھا پانی بالکل رک گیا تھا۔ اور دریا خشک ہوگیا تھا۔ اس مقام پر اب ایک پل بنا ہوا ہے جسے "جسر الدامیہ" کہتے ہیں اب اس واقعہ کو سامنے رکھ کر بعد کے حالات پر غور کرو۔ ۱۹۲۷ء میں ایک زلزلہ آیا جس میں دریائے اردن کے مغربی کنارے کی گھاٹی دریا کے بہاؤ میں گر پڑی اور اکیس گھنٹے تک دریا کا سارا پانی رکا رہا۔ ماضی قریب ہی میں تین مرتبہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ بنی اسرائیل کے حملے کے وقت بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو۔ اور دریا خشک ہوگیا ہو؟ دریائے اردن کے عبور کے بعد بنی اسرائیل نے شہر اریحا پر حملہ کیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس شہر کی دیواریں حملے کے وقت میں گر پڑیں اس واقعہ کا بھی مضحکہ اڑایا جاتا رہا ہے لیکن اب پرانے اریحا کے کھنڈر زمین سے نکال لئے گئے ہیں اور پروفیسر اسٹانگ جو اس کھدائی کے انچارج ہیں فرماتے ہیں کہ اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ شہر کی فصیل باہر کی جانب گر پڑی تھی جس کی وجہ سے حملہ آور بہ آسانی شہر میں گھس گئے۔ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ حملے کے وقت غالباً زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے فصیل گر پڑی۔ اور اس حصے میں زلزلے آتے ہی رہتے ہیں۔ غرض آثار قدیمہ کی کھدائی سے مذہبی کتب کا ہر بیان صحیح ثابت ہوتا چلا جا رہا ہے ؛ (انقلاب)

رسم ختنہ اور ویدک دھرم

ایتریہ برہمن میں ایک راجہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بڑا دھرماتما دانی (ایماندار وسخی) اور گئو برہمن کا پالک تھا۔ لیکن اس کو ایک بڑا سخت مرض تھا جس سے وہ ہمیشہ پریشان اور متفکر رہا کرتا۔ ایک بار اس نے برہمنوں سے کہا کہ میرے لئے ایک یگیہ (ہون) کرو تاکہ میرا یہ روگ دور ہو جائے۔ چنانچہ یگیہ ہوا۔ اور یگیہ کے بعد مہاراج پرجاپتی مع یاگ رشی کے ظاہر ہوئے۔ اور انہوں نے راجہ سے کہا کہ :-

मातिररची निपथते श्रहं विधररणि हलि। लांत्वा घृतस्य
धारया यज सध्राधनी महभ सप्राधिन्यै द्वयेदषयै
रांदमिन्द्रा यिसंस्कार ॥

(ایتریہ برہمن کانڈ ۱۱ کنڈ کا ۱۶ انتر ۳۲)

ہے راجن! تو نے بڑا ہی پن (ثواب) کیا تھا جو تو اب تک جیتا بچا ورنہ تیرے جسم میں جیسا راکھش مرض گھسا تھا اس سے تیرا بچنا (محال تھا) اور یہ اس یگیہ کا ہی پھل ہے جو تو ابتک زندہ موجود ہے۔ چونکہ تو نے اپنے اعمال سے ہم کو بہت راضی اور خوش کیا ہے۔ لہٰذا ہم تجھ کو وہ اپائے (ترکیب) بتاتے ہیں جس سے تیرا تمام کشٹ دور ہو جائیگا۔ یہ تیرے ماں باپ کی سخت غلطی تھی جو انہوں نے تیرا ایک سنسکار (رسم) نہ کر کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

111

تجھے تکلیف میں بتلا کر دیا۔ تو فوراً اپنا اندریہ بیدھ سنسکار (رسم ختنہ) کرالے"

مندرجہ بالا حوالے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ یاگک رشی نے راجہ دکھشپرجاپتی کو اُس کی بیماری کا علاج ختنہ بتایا۔ اور اس کو بیماری اس لئے ہوئی تھی کہ اس کے ماں باپ نے اس کا ختنہ نہیں کرایا تھا۔ اتنا تو اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ ختنہ ایک ایسی رسم ہے جس کے کرنے سے کئی بیماریاں انسان کو نہیں ہوتیں چنانچہ گوپتھ برہمن میں ایک جگہ آتا ہے:۔

यन्त्रथानि संस्काराय प्रजातिनाम: वैरीग बच्चयाम

(گوپتھ کانڈ ۲۰ ادھیائے ۱۷ کنڈ کا ۱۵) یعنی اندریہ سنسکار (رسم ختنہ) دو وجہوں میں اوشبہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ کسی طرح کی بیماریوں سے بچوّں کو محفوظ رکھتا ہے"

धर्म भनै स्संचिनु याद्र ल्मीकमिव पुन्तिका:। प्रलोकसहा याचीं सर्व मुतान्य यी उयवे ॥

(برمہ پوران ادھیائے ۳۷ اشلوک ۲۶) یعنی اے چیلو! اگر تم شاریرک سکھ (جسمانی آرام) کا امر دریافت کرنا چاہتے ہو تو براہمچریہ کا پالن کرو اور بھوک سے کم کھاؤ بہت زیادہ (ٹھونس ٹھونس کر) مت کھاؤ اور کھلی آب و ہوا میں رہو اور اپنے من (نفس) کو کبھی پاپ کی طرف مت جانے دو اور نت اشنان کرو دسترہ (لباس) صاف رکھو اندریہ سنسکار (ختنہ کیئے ہوئے) رہو بس تمھارا کلیان ہے"

یہ ویاس جی کا اپدیش ہے جن کو ہندو دھرم میں بہت بڑا درجہ حاصل ہے جن کو وید ویاس کہا جاتا ہے۔ یعنی چاروں ویدوں کا سب سے زیادہ جاننے اور بتانے والا۔ وہ کہتے ہیں کہ صحت اور تندرستی کے قیام کے لئے مثل برہمچریہ (تجرد) اور دیگر اصول صحت کی طرح ختنہ بھی کرانا ضروری ہے۔

اب ہم گرہ سوتر کے اس حوالے کو بیان کرتے ہیں۔ جہاں وہ برہمن جو یگیہ اور پوجا کرانے والا ہے وہ کیسا اور کس چال و چلن کا ہونا چاہیئے اسی ضمن میں کہتے ہیں کہ:۔

नलोक क्रां वर्त्तत वृत्तिहेती: कथंचन। अजिहनामराठां शुद्धां जीवेद ब्राह्मणा जी विकाम॥

(شونک گرہ سوتر ادھیائے کنڈکا ۱۲ اشلوک ۳۲) یعنی (وہ برہمن کیسا ہو کہ) لالچی دم بھی (مغرور) نہ ہو بلکہ دان دینے والا اور لینے والا ہو یعنی جو کچھ دوسرے لوگوں سے ملے اسکو غربا اور محتاجوں میں تقسیم کر دے۔ اور شیشوں (شاگردوں) چیلوں) کو ستیہ مارگ (صراط مستقیم) کا بتانیوالا ہو۔ اور استیہ مارگ کا بھی (غلط راستے سے) واقف کرنے والا ہو۔ شدھ دستر شدھ شریر (جسم و لباس پاک ہو) سے سندھیا ہون (عبادت) نت کرتا ہو (برایا اور اسکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کل سنسکار اندر بیدھ (رسم ختنہ) وغیرہ ہوئے ہوں کیونکہ اس کے (بغیر) جسم پاک صاف نہیں رہ سکتا۔"

(الواعظ)

جنگ اور مذہب

یہودیت:۔ یہودیت میں یہودیوں کے بقاء و اقتدار اور فتوحات کی خاطر جنگ فرض تھی۔

مسیحیت:۔ مسیحیت جس کی تعلیم یہ ہے کہ "اگر کوئی ایک طمانچہ مارے تو دوسرا رخسار بھی اُس کے سامنے پیش کرو" چوتھی صدی عیسوی میں جب شہنشاہ قسطنطین کی قیادت میں مسیحی سلطنت قائم ہوئی تو وہ رومن امپائر سے بُت پرستی کے استیصال کے لئے آگ اور لوہے کے استعمال پر مجبور ہوگئی تھی۔

جب کیتھولک کو غلبہ حاصل ہُوا تو اسے بھی اپنا اقتدار قائم کرنے کیلئے جنگ کو اختیار کرنا پڑا۔ اُس نے لشکر فراہم کیا جنگی بیڑے بھی بنوائے۔

اسلام کے مقابلے میں بیت المقدس پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے مسیحیوں نے شہر بشہر اور ملک در ملک گشت لگایا اور صلیبی مقدس جنگوں کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا۔ صلیبی جنگ کی آگ تقریباً دو سو سال تک مشتعل رہی جس میں ہر جانب کے لاکھوں بہادران جنگ کام آئے۔ تاریخ کے صفحات ان صلیبی جنگوں سے بھرے پڑے ہیں۔

کتب مقدسہ:۔ قرآن سے پہلے کی کتب مقدسہ میں اس قسم کے احکام موجود ہیں۔ جن میں بُت پرستوں کو مقہور اور ہلاک کرنے کے لئے انتہا درجے کی سختی کو روا رکھا گیا ہے۔ چنانچہ زبور کی پانچویں کتاب میں ہے:۔

"جب تیرے پروردگار نے کسی ملک پر قبضہ کرنے کے لئے تجھے اُس ملک میں داخل کر دیا۔ حالانکہ اُس نے اُس سرزمین کی پہلی بہت سی اُمتوں کو ہلاک کر دیا تو تُو اُن میں یہاں تک خونریزی کر۔ کہ ایک بھی نہ بچنے پائے۔ نہ ان سے کسی قسم کا معاہدہ کر۔ اور نہ اُن پر مہربانی کر"

مدائن کو بنی اسرائیل کی سکونت کیلئے مخصوص کر دیا تو اسرائیل کو حکم ہُوا کہ وہاں کے اصل باشندوں کا جا کر استیصال کر۔

ہندو:۔ قدیم ہندوستان کے چندر بنسی اور سورج بنسی خاندانوں کی جنگیں مشہور ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ زمانے میں شدھی اور سنگھٹن کے فتنوں سے دُنیا واقف ہے، جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ دُنیا کو یہ بھی معلوم ہے کہ سنگھٹن کی یہ تباہ کاریاں مدافعانہ تھیں یا جارحانہ؟

اسلام:۔ اسلام دُنیا میں آیا تو اُس نے انسانی قتل گاہوں میں امن و سلامتی پیدا کر دی۔ اُس نے

112
Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمانوں کو مدافعانہ جنگ کی اجازت دی۔ لیکن کتنی احتیاطی پابندیوں کے ساتھ اُس نے جنگ کی حدود قائم کیں اور لڑنے والوں پر ایسی شرطیں عائد کردیں جو انسانی خون کے احترام اور انسانیت کے ساتھ مہربانی کے سلوک پر مجبور کرتی ہیں۔ اور اسلام نے تو اُس آنے والے زمانے کی تعلیم بھی پہلے ہی سے دیدی۔ جس میں انسانیت ترقی کے اس درجے کو پہنچ جائیگی کہ جنگ و پیکار تہذیب انسانی کے خلاف سمجھی جائیگی۔ چنانچہ مسلمانوں کے دورِ جدید میں داخل ہونے کے وقت اسلام نے رائے عالم کے احترام کا یہ حکم دیا۔

" وَان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علے الله "

" اگر لوگ صلح و صفائی کی طرف مائل ہو جائیں تو خدا پر بھروسہ کرکے تمہیں بھی صلح و صفائی کی طرف مائل ہو جانا چاہیئے "

علماء یورپ کی شہادتیں:۔ اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے دنیا کے سامنے اس کا ثبوت پیش کیا۔ جس کا اعتراف ہر زمانے کے علماء تاریخ کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ " موسیو ہنری دی کاسٹری " اپنی کتاب " الاسلام " میں لکھتے ہیں:۔

" جب عرب نے دین اسلام کو اختیار کرلیا اور اُن کے دل اس کی روشنی سے منور ہو گئے۔ تو وہ امن و سلامتی اور بغرض مشورہ معاملات میں راؤں کی آزادی کو لیکر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ قرآن پاک نے اسلام سے خارج قبائل کو ڈرانے والی آیتوں کے بعد لوگوں سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔

(۱) " لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی " " دین کے معاملہ میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ رُشد و غوایت میں فرق ظاہر ہوچکا ہے "

(۲) " ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم " " اللہ کے سوا مشرکوں کے جو معبود ہیں اُنہیں بُرا بھلا۔ مت کہو۔ نہیں تو وہ لاعلمی کی وجہ سے دشمنی میں آکر اللہ کو بُرا بھلا کہینگے "

(۳) " واصبر علےٰ ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلاً " " کفار جو کچھ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور خوبصورتی سے اُن سے علیحدگی اختیار کرلو "

(۴) " وعباد الرحمٰن الذین یمشون علے الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما " " رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں جب اُنہیں جاہل لوگ خطاب کرتے ہیں تو وہ اُنہیں سلام کرلیتے ہیں "

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عرب کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی نبی (صلعم) کی تعلیمات کی یہ ہی کیفیت رہی چنانچہ پیغمبر اسلام کے بعد اُن کے خلفاء اپنے نبی (صلعم) کے نقش قدم پر چلے۔ اس مقام پر ہم "روبنسون" کا یہ قول نقل کرنے پر مجبور ہیں۔

"محمدؐ کے پیرو اس معاملے میں منفرد ہیں کہ انہوں نے اغیار و اجانب سے حسن سلوک کیا اور اُن کے انتشار دین کے باوجود اُن کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ یہ ہی شفقت تھی جو اُن کی فتوحات کا باعث ہوئی اور یہ ایک ایسا سبب تھا جس میں کوئی ناگواری نہ تھی۔ اور اسی وجہ سے جب انہوں نے شام پر اور بحر احمر سے بحر اٹلانٹک تک شمالی افریقہ پر حملہ کیا تو انہوں نے ظلم کا کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ اور جس قوم نے اسلام سے انکار کیا انہوں نے کبھی اُس قوم کو ہلاک نہیں کیا۔ ساتھ ہی ان کے فتحمند لشکروں کے پیچھے پیچھے قرآن بھی اپنے ہاتھ پھیلاتا چلا گیا۔" (حمایت اسلام)

سُود ابتداءً جائداد اور املاک کے متعلق یہ نظم اور انضباط نہ تھا اور اسلیئے زیادہ بہتر اور موثر طریقہ ذاتی ذمہ واری کا تھا جو بتدریج جسم کے رہن رکھنے تک ترقی کر گیا۔ ارسطاطالیس، فلاطون، سینخا، پلوطارخ سب نے سود خواری کی مذمّت کی ہے۔ اور ابتدائی مسیحی زمانہ میں بھی یہی خیالات قسیسین کے تھے۔ قانون موسوی میں حسب لیوٹیکس ۲۵ (ڈیوٹر نامی ۲۳ یہودیوں کو اپنے بھائی یا ہموطن سے سود لینے سے منع کیا گیا ہے۔

ایتھنس کے تاریخی عہد میں سلونی قانون کے بعد قرضخواہ کو صرف اسقدر اختیار باقی رہ گیا تھا کہ وہ قرضدار کے املاک پر قبضہ کرلے۔ لیکن اسکے جسم پر اس کا کوئی حق نہ تھا کہ حسب رواج سابق وہ اسے غلام بنالیتا یا فروخت کر ڈالتا۔

اس قانون سے ایک مفید اثر یہ ہوا کہ تعلقات لین دین زیادہ واضح اور معقول ہوگئے لیکن شرح سود ہمیشہ غیر معین رہی اور ہندوستانی لالہ جی کی طرح قرضخواہ تمام قسم کی زیادتیاں کرتے رہے۔

قوانین روم میں ۱۲ تختیوں والے قانون کی رُو سے سود خوار کی ذرا حوصلہ شکنی کی گئی اور مابعد کچھ قوانین شرح سود کیلئے بھی بنائے گئے یہاں تک کہ آخر کار سود قطعاً ممنوع قرار دیدیا گیا حالانکہ اس قانون پر کبھی بھی پوری طرح ویسے ہی عمل نہیں ہوا جس طرح آجکل احکام امتناع رشوت پر۔ کوڈ جسٹن کے نفاذ سے سود ایک مقررہ شرح پر پھر جائز قرار دیا گیا لیکن اس ظالمانہ طریق منفعت کے خلاف جو عام جذبات تھے ان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زر اصل کیلئے اگر قرضخواہ دعویٰ کرتا تو ان رسوم

Digitized by Khilafat Library Rabwah
113

کی ادائیگی کے بعد جو مقرر تھیں وہ قرضدار کی ہستی کا مالک ہو سکتا تھا۔ لیکن سود کے دعویٰ سے اس کے یہ حقوق سلب ہو جاتے تھے اور وہ صرف اس کی املاک پر اجراء کرا سکتا تھا۔

ٹیسی ٹس نے اہل جرمنی کے متعلق لکھا ہے کہ ازمنۂ قدیم میں اس میں مہاجنی کا پتہ نہیں چلتا لیکن ٹیوٹینک قوانین میں قرضدار کیلئے نہایت سخت احکام تھے۔ سیزر کے عہد میں گال قوم کی حالت کا جو پتہ اس کی تحریرات سے چلتا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے ان میں بھی قرضخواہ اپنے مقروض لوگوں کی مٹی خراب کرتے تھے۔

قرآن کریم نے قوانین موسوی سے زیادہ شدت کے ساتھ سود سے منع کیا۔ اس لئے مسلم حکومت ہمیشہ سود خواری کے انسداد کی مترادف رہی ہے۔

خود منو اور دوسرے ہندو مقنن کی تحریرات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں سود کے تائید ی احکام ایسے ظالمانہ کبھی نہ تھے جیسے کہ دوسرے ممالک میں کبھی کسی عہد میں ہوئے۔

"دمدپت،، کا اصول اس کا خاص طور پر پتہ دیتا ہے۔ جس کی رو سے اصل سے زیادہ بقایا سود کسی وقت بھی وصول نہ ہو سکتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان میں سود کا رواج اس طرح نہ تھا جس طرح کہ برطانی عملداری میں ہے اور نہ مہاجنوں کو اس سے قبل یہ اقتدار حاصل تھا۔

انگلینڈ میں بھی ایڈورڈ کنفر کے قوانین میں سود لینا قطعاً ممنوع تھا اور اصول مذہبی کی بناء پر مثل گناہ کے یہ فعل لائق تعزیر شمار ہوتا تھا۔ اور ابتدائی کامن لاد قوانین عامہ میں بھی ۱۵۴۵ء تک سود ممنوع سمجھا جاتا تھا۔ بعدہ اسٹیٹیوٹ ۳۷ ہنری ہشتم سی ۹ کی رو سے صرف ایک مقررہ حد تک سود لیا جا سکتا تھا۔ اس قانون کو بروئے ضابطہ ۵ و ۶ ایڈورڈ ششم سی ۲۰ منسوخ کر دیا گیا لیکن اس کا اجراء پھر ۱۵۷۱ء میں بروئے ۱۳ الزبتھ سی ۸ ہو گیا۔

اس کے بعد سے صرف قانونی شرح سود کم کرنے کی طرف مقنین کا رجحان رہا اور شرح سود میں کمی زیادتی وقتاً فوقتاً ہوتی رہی تا اینکہ ۱۸۵۴ء میں قوانین مہاجنی قطعاً منسوخ کر دیئے گئے۔ تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اسوقت یہودیوں کا اثر بڑی حد تک غالب آچکا تھا۔

ہنری ہشتم کے قوانین کے بعد سے سودی دستاویزات عام ہو گئے لیکن ولایت کا قانون بعجب اتفاق آجتک یہی ہے کہ قانوناً کوئی معاہدہ بابت ادائیگی سود قرضدار و قرضخواہ کے درمیان مفہوم نہیں ہوگا گو رواج اور طریق کار سے مفہوم ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلے ہندوستان میں ۱۷۲۶ء میں قانون ولایت حسب چارٹر ۱۳ جارج ۱ کلکتہ مدراس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ گو سیاق و سباق عبارت سے غلام حلیم اور حضرت اسحٰقؑ دو الگ الگ وجود معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کا نام نہیں لیا۔ اس لئے ہمارے لئے گنجائش ہے۔ کہ ہم دو نو بشارتوں کو ملا کر حضرت اسحٰق پر چسپاں کرلیں۔ کیونکہ ان کے دلائل کا مطالعہ کرنے سے صریحاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے قلوب پر یہود و نصاریٰ کی روایات کا ایک گہرا اثر ہے۔ اور چونکہ قرآن پاک پہلی کتب کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لئے انہوں نے جب اہل کتاب سے یہ سُنا۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق ہیں۔ اور محرف شدہ تورات کو بھی حضرت اسحٰق کی تائید کرتے ہوئے ہی پایا۔ تو قرآن کریم کی ان آیات میں تطبیق دینے کی کوشش کی۔ اور اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہو سکتا تھا۔ کہ دونو بشارتوں کو ایک قرار دیا جائے۔ حالانکہ اگر یہود نصاریٰ کے اثر سے آزاد ہو کر محض قرآن پاک کے الفاظ پر غور کیا جاتا تو ہرگز کسی شخص کیلئے ان الفاظ سے یہ گنجائش نہ نکلتی۔ کہ وہ حضرت اسحٰق اور غلام حلیم کو ایک قرار دے۔ خصوصاً جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ کو غلام حلیم ماننے میں ہمارے لئے کوئی دقت بھی پیش نہیں آتی۔ کیونکہ طرفین (یہود و نصاریٰ اور مسلمان) کا تاریخی لحاظ سے اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰق سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔

سوم۔ تیسرا قرینہ:۔ تیسرا قرینہ جو ہمیں اس بات کے ماننے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ کہ غلام حلیم سے مراد حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں۔ حضرت اسحٰقؑ ہرگز نہیں ہوسکتے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اگر قرآن پاک اور تورات کے ان مقامات پر غور کیا جائے۔ جن میں حضرت اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی پیدائش کا ذکر ہے۔ تو صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ وہ لڑکا جو دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ اور جس کی بشارت سُنکر حضرت ابراہیمؑ کو اپنی اور سارہ کی کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے تعجب ہوا ہے۔ وہ حضرت اسحٰقؑ ہیں۔ چنانچہ متعدد مقامات قرآن ہمارے اس بیان پر شاہد ہیں:۔

۱۔ وامرأته قائمة فضحكت فبشرنها باسحٰق ۵ ومن وراء اسحٰق يعقوب ۵ قالت يٰويلتىٓ ءالد وانا عجوز وهٰذا بعلى شيخًا۔ ان هٰذا لشئ عجيب۔ قالوا اتعجبين من امر الله رحمت الله وبركته عليكم اهل البيت۔ انه حميد مجيد۔ (ہود عٰ)

۲۔ قالوا لا توجل انا نبشرك بغلام عليم قال ابشرتمونى على ان مسنى الكبر فبم تبشرون ۵ قالوا بشرنك بالحق فلا تكن من القانطين ۵ قال ومن يقنط من رحمة ربه الا الضالون ۵ (سورۃ حجر عٰ)

۳۔ وبشروه بغلام عليم فاقبلت امراته فى صرة فصكت وجهها وقالت عجوز عقيم۔ (الذٰریٰت عٰ)

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہے۔ کہ دعا کرنا تو الگ رہا۔ جہاں بھی حضرت اسحٰق کی بشارت کا ذکر ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور بمبئی میں جاری کیا گیا۔ اور اسوقت سے قانوناً سود کا رواج اس ملک میں ہوا۔ ۱۸۳۳ء میں گورنر جنرل کو خود قوانین بنانے کا اختیار ملا۔ لیکن ۱۸۳۹ء تک سود کی صرف انہی حالتوں میں ڈگری ہو سکتی تھی جبکہ نہایت صاف معاہدہ اس کی بابت ہوتا۔ لیکن اسی سال قانون سود ایکٹ ۳۲ ۱۸۳۹ء پاس ہوا جس کی رُو سے سود کا مطالبہ علاوہ معاہدہ دیگر حالات میں بھی کیا جا سکتا تھا اور انڈین ایکٹ ۲۸ ۱۸۵۵ء سے دوسرے قوانین بابت مہاجنی منسوخ کر دیئے گئے جس کا اثر یہ ہُوا کہ فریقین ہر ایک شرح پر معاہدہ کر سکتے تھے۔ یہ قوانین مُدّتہائے دراز تک ہر طرح کی تباہی اور بربادی کا سامان بہم پہنچاتے رہے۔

اسوقت گورنمنٹ کو ان خاموش اور تباہ کن مظالم کی طرف توجہ ہوتی ہے جو لاکھوں گھروں اور نسلوں کی بربادی کے ذمہ دار ہیں اور جن کی بدولت غریب کاشتکار بالکل کنگال اور خود بین زمیندار بالکل قلاش نظر آتے ہیں۔

یقیناً مہاجنوں اور سود خواروں کے لئے یہ تجویز کہ شرح سود مقرر کر دی جائے ایک سانحۂ عظیم سے کم نہیں ہے اور ان کی حریفانہ طبیعتیں کس طرح اس انصاف اور رحم کے مظاہرے کو گوارہ نہیں کر سکتی ہیں جو ان کی مفت خوری کا سد باب کرنے کی ادنیٰ ترین کوشش ہے۔

اگر بنی نوع انسان میں ہمدردی اور بہی خواہی کے جذبات کی بقاء کی کوئی اہمیت ہے اور اگر دنیا میں صحیح تقسیم اموال و جلب منفعت کوئی چیز ہے تو اس سے اتفاق کرنا پڑیگا۔ کہ سود لعنت ہے جسے ترقی خواہ اور مفلوک الحال ممالک ہی سے نہیں بلکہ آزاد اور مطمئن ممالک سے بھی دُور کرنا چاہیئے۔ اور اس راہ میں جو کوشش بھی گورنمنٹ کرے اس میں اس کی پوری اعانت کرنی چاہیئے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جملہ کاروبار بغیر سود کے بند ہو جائینگے۔ یقیناً اس کے جواب میں مسلمانوں کی عدیم المثال تجارتی کامیابی اور فارغ البالی کی طرف توجہ دلائی جا سکتی ہے۔ جو اُن کو اپنے عروج کے زمانہ میں حاصل تھی اور اس کے جواب میں یورو پین اقوام کی حالت کو موازنہ کیلئے پیش کیا جا سکتا ہے کہ لاکھوں حوصلہ مند تاجر بلاوجہ محض سود اور بیاج کی بدولت روز دیوالئے ہوتے ہیں اور حریص مہاجن سنکھوں روپئوں کا مالک بلا محنت اور سعی کے بنا بیٹھا رہتا ہے اور ان کی گاڑھی کمائی کا بیشتر حصہ بلا خطرات اور نقصانات میں شرکت کے ہڑپ کرتا ہے ÷ (مشرق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ دونو نے تعجب کیا ہے۔ اور بظاہر اپنی کمزوری اور بڑھاپے کا احساس کر کے اسکو بعید جانا ہے۔ لیکن برخلاف اسکے توریت میں بھی جہاں حضرت اسمٰعیل کی پیدائش کا واقعہ بیان ہُوا ہے۔ ساتھ ہی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کیلئے دعا اور اس کی قبولیّت کا ذکر ہے۔ اور بجائے تعجب کے بیتابی کا اظہار ہے۔ ملاحظہ ہو۔

96

پیدائش باب ۱۵ آیت ۱ تا ۵

"ابرام نے کہا۔ اے خداوند خدا تُو مجھ کو کیا دیگا۔ مَیں تو بے اولاد جاتا ہوں۔ اور میرے گھر کا مختار دمشقی الیعزر ہے۔ پھر ابرام نے کہا۔ کہ دیکھ تُو نے مجھے فرزند نہ دیا۔ اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا۔ تب خداوند کا کلام اس پر اُترا۔ اور مَیں نے کہا۔ کہ یہ تیرا وارث نہ ہوئیگا۔ بلکہ جو تیری صلب سے پیدا ہوگا۔ وہی تیرا وارث ہوگا"

مگر تورات ہی میں جہاں حضرت اسحٰق کی پیدائش کا ذکر ہے۔ وہاں مایوسی اور تعجب کا اظہار ہے۔ چنانچہ دیکھئے:۔

"تب ابراہام مُنہ کے بل گرا۔ اور ہنسکے دل میں کہا۔ کہ کیا سو برس کے مرد کو بیٹا پیدا ہوگا۔ اور کیا سرہ جو نوے برس کی ہے جنیگی" پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۷-۱۸

پس جبکہ قرآن کریم متعدد مقامات سے ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش دُعا کا نتیجہ ہے۔ اور حضرت اسحٰقؑ بطور نافلہ کے ہیں۔ اور اسقدر بڑھاپے کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کو ان کے پیدا ہونے کی بشارت ملی ہے۔ کہ انہوں نے قوائے رئیسہ کے مضمحل ہونے کی وجہ سے اسکو بعید جانا اور اسپر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ متنازعہ فیہ جگہ سے ہم واضح طور پر یہ دیکھتے ہوئے کہ ذبیح اللہ وہ لڑکا ہے۔ جو دُعا کے نتیجہ میں پیدا ہُوا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ مراد نہ لیں۔

چہارم۔ چوتھا قرینہ:۔ ذبیح اللہ کی صفات میں سے اللہ تعالیٰ نے دو صفتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ایک حلم جیسا کہ فبشرنٰہ بغلام حلیم سے ظاہر ہے۔ دوسرے صبر جیسا کہ ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین سے مترشح ہے۔ لیکن سارا قرآن کریم پڑھ جاؤ۔ کہیں بھی حضرت اسحٰقؑ کو غلام حلیم اور صابر نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ جا بجا غلام علیم سے یاد کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ انا نبشرك بغلام علیم (حجر ع ۴) وبشروہ بغلام علیم (الذاریٰت ع ۲) اور اس مقام پر بھی وبشرنٰہ باسحٰق نبیا من الصلحین کہکر مخفی طور پر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ حضرت اسحٰق علیم ہونگے۔ کیونکہ نبوّت کیلئے علیم ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر حضرت یوسفؑ کیلئے آتا ہے۔ ولما بلغ اشدہ اٰتینٰہ حکما وعلما۔ مگر جب ہم حضرت اسمٰعیلؑ کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو قرآن پاک میں صاف طور پر لکھا پاتے ہیں۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ نہ صرف صابر تھے بلکہ اصبر تھے۔ ملاحظہ ہو۔ سورۃ انبیاء:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"و اسمٰعیل و ادریس و ذا الکفل کل من الصابرین"۔ اس آیت میں اولین مصداق حضرت اسمٰعیلؑ کو قرار دیا گیا ہے۔ اور لغت کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ کہ صبر اور حلم بالکل دو متقارب المعنی صفات ہیں چنانچہ منجد میں بھی جو کہ لغت کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ لکھا ہوا ہے۔ الحلم۔ الصبر و الاناۃ۔ علاوہ ازیں حلم اور علم میں ایک بہت بڑا فرق یہ ہے۔ کہ حلم ایک فطرتی جوہر ہے۔ جس کے لئے عمر اور تجربے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ پیدائشی طور پر طبیعت انسانی میں ودیعت کیا جاتا ہے۔ لیکن علم ایک ایسا وصف ہے جس کا اظہار کافی عمر اور تجربے کا محتاج ہے۔

پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس تصریح کے ہوتے ہوئے ہم غلام حلیم کا مصداق حضرت اسمٰعیلؑ کو نہ قرار دیں۔ اور بغیر کسی اشارہ اور قرائن کے صرف اس بنا پر ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ کو مانیں۔ کہ توریت میں صریحاً ان کا نام لکھا ہوا ہے۔

پنجم۔ پانچواں قرینہ:۔ اگر مبشر اوّل اور مبشر ثانی دونو سے مراد ایک ہی فرد ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ وبرکنا علیہ وعلیٰ اسحٰق ومن ذریتھما محسن وظالم لنفسہ مبین میں دونو کا مستقل ذکر نہ فرماتا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ علیحدہ علیحدہ وجود ہیں۔ اور حضرت اسحٰقؑ کو ذبیح اللہ قرار دینے والوں کا یہ خیال کہ ان دونو سے مراد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰق ہیں۔ کئی وجوہ سے باطل ہے:۔

اوّل۔ ربط کلام اور اسلوب بیان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلٰم علیٰ ابراھیم کذٰلک نجزی المحسنین۔ انہ من عبادنا المؤمنین کہکر حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے۔ کیونکہ بعینہٖ اسی طرح آگے حضرت نوحؑ۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ۔ آل یاسین کا ذکر ہے۔ اور علی الترتیب اسی اسلوب بیان کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ نے اس بات پر مُہر لگا دی ہے۔ کہ بارکنا علیہ سے حضرت ابراہیمؑ مراد نہیں۔ بلکہ ذبیح اللہ ہیں۔ جن کا اوپر ذکر گذر چکا ہے۔ چنانچہ دیکھئے۔ فرمایا:۔

سلٰم علیٰ نوح فی العٰلمین۔ انا کذٰلک نجزی المحسنین۔ انہ من عبادنا المؤمنین۔

سلٰم علیٰ موسیٰ وھٰرون انا کذٰلک نجزی المحسنین۔ انھما من عبادنا المؤمنین۔

سلٰم علیٰ اٰل یاسین۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت اسمٰعیل سے سلوک بتاتا ہے۔ کہ یقیناً یہ برکت کا سلوک ہے۔ اور اسی دعا کا نتیجہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔ علاوہ ازیں قرآن پاک اور توریت کے دوسرے مقامات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ دونو بیٹوں کے لئے برابر احسان اور برکت کے وعدے ہیں۔ نمونۃً چند درج کیئے جاتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

97

پیدائش باب ۱۶ - ۱۷ - خاتون سارہ آپ کی اولاد بیشمار ہوگی -

" " ۱۶ - ۱۵ خاتون ہاجرہ " " " "

" " ۲۵ - ۱۱ - آپکے فرزند اسحٰق کو برکت دی اللہ تعالیٰ نے -

" " ۱۷ - ۲۰ - آپکے فرزند اسمٰعیل کو برکت دی اللہ تعالیٰ نے -

" " ۱۷ - ۸ آپ کی اولاد کو زمین کنعان دی گئی -

" " ۱۵ - ۱۸ - " " " عرب عنایت ہوئی -

" " ۱۷ - ۱۹ - آپکے فرزند کا اللہ تعالیٰ نے نام رکھا -

" " ۱۷ - ۱۱ - " " " " " " "

" " ۱۷ - ۱۶ - آپ کا فرزند بادشاہوں اور قوموں کا باپ ہوا

" " ۲۰ - ۲۵ - ۲۶ - " " " " " "

لہٰذا کوئی وجہ نہیں - کہ اس جگہ ہم اسقدر قرائن کے ہوتے ہوئے حضرت اسمٰعیل مراد نہ لیں

ششم - چھٹا قرینہ جو کہ درحقیقت ایک بہت بڑی زبردست دلیل ہے - اس بارے میں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق نہیں - بلکہ حضرت اسمٰعیل ہیں - وہ قربانی کی یادگار ہے - جس کو فدیناہ بذبح عظیم کہکر قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - ہم نے ذبیح کے راہ مولیٰ میں سر تسلیم خم کر دینے کے عوض میں ایک عظیم الشان قربانی اس کی یادگار قرار دیدی ہے - اب اگر حضرت اسحٰق ذبیح اللہ ہوتے - تو ضرور قربانی کی کوئی یادگار اولاد اسحٰقؑ کے ہاں موجود ہوتی - لیکن برخلاف اس کے اسمٰعیلؑ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کا حج کو ضروری قرار دیکر قربانی کے سارے لوازمات کو جمع کر دینا بتاتا ہے - کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اسحٰقؑ نہ تھے - تفصیل اس کی یوں ہے - کہ :-

اوّل - حج کے موقعہ پر حاجی لوگ احرام باندھتے ہی لبیک لبیک اللّٰھم لبیک لاشریک لک لبیک کہنا شروع کر دیتے ہیں - جو حضرت ابراہیمؑ کے ان الفاظ کے نظارہ کو آنکھوں کے سامنے پھرا دیتے ہیں جنکا ذکر تورات میں اس طرح پر ہے :-

"ان باتوں کے بعد یوں ہوا - کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا - اور اسے کہا - کہ اے ابراہام - وہ بولا - میں حاضر ہوں"

دوم - شریعت ابراہیمی کا مسلک تھا - کہ جس کو خدا کیلئے نذر مانا جاتا تھا - وہ بار بار قربانگاہ یا معبد کے گرد پھیرے لگاتا تھا - چنانچہ بیت اللہ کا طواف اس امر کا بیّن ثبوت ہے - کہ یہ اسی قربانی کی یادگار ہے -

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوم۔ شعار ابراہیمی میں ضروری قرار دیا جاتا تھا۔ کہ جس کو نذر چڑھایا جائے۔ وہ ایام نذر تک بال نہ کتروائے۔ حج کے دنوں میں بال نہ کتروانا اسی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ دیکھو۔ گنتی ۶ باب ۵:۔

"نذر کے سر پر اُسترا نہ پھیرا جائے۔ جب تک وے دن جن میں اس نے اپنے آپکو خدا وند کیلئے نذر کیا ہے۔ گذر نہ جاویں۔ سر کے بال بڑھنے دے"

پس کیا اسقدر عظیم الشان قربانی اور اس کے سارے لوازمات کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں وعدہ الٰہی فدیناہ بذبح عظیم کے بعد معاً شروع ہو جانا۔ اور حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں اس کا نام ونشان نہ پایا جانا اس امر کا بیّن ثبوت نہیں ہے؟ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ کیا نعوذ باللہ خدا بھول گیا۔ کہ وعدہ تو حضرت اسحٰق سے ان کی عدیم المثال اور بے نظیر قربانی کی یادگار قائم رکھنے کا کیا۔ مگر اس مبارک رسم کو ہمیشہ کیلئے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی اولاد کے سپرد کر دیا۔

ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے:

ہفتم۔ ساتواں قرینہ:۔ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کہ مسلمانوں کا جو نام مسلم رکھا گیا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ ہی کا تجویز کردہ ہے۔ ملة ابیکم ابراهیم هو سمّٰکم المسلمین من قبل۔ اس تسمیہ کی تاریخ قربانی سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی جب حضرت خلیل اللہ نے اپنے اکلوتے ذبیح اللہ کو قربان کرنا چاہا۔ تو اس نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ دونو کیلئے فلما اسلما کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور اسی بنا پر حضرت ابراہیم نے اپنے پیروان ملت کا نام مسلم رکھا۔

ایثار۔ قربانی۔ اور اسلام درحقیقت سب متقارب المعنی الفاظ ہیں یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے ہی اپنے آپکو قربانی کیلئے پیش کیا تھا۔ ورنہ اگر حضرت اسحٰق قربان ہونیکے لئے اپنے آپکو پیش کرتے۔ تو یہ شاندار لقب ان کی ملّت کو ملتا ✦

باب دوم

ان اعتراضات کا جواب جو مخالفین کی طرف سے قرآن پاک کی رُو سے ہم پر کئے جاتے ہیں:۔

الاعتراض الاوّل۔ ربّ هب لی من الصالحین اسوقت کی دُعا ہے۔ جبکہ حضور حضرت سارہ کے ساتھ اپنی قوم سے جدا ہو کر شام کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اور چونکہ اسوقت حضرت ہاجرہ کو آپ جانتے بھی نہ تھے۔ اس لئے لازماً یہ دعا حضرت سارہ کے بطن سے لڑکا پیدا ہونیکے متعلق ہی ہو سکتی ہے۔

الجواب۔ حضرت ہاجرہ کو نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ دُعا خاص سارہ ہی کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہونے کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

98

متعلق کی تھی۔ کیونکہ اگر یہی صحیح ہوتا۔ تو جب حضرت ہاجرہ کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ تو حضرت ؑ اس کا نام اسمٰعیل سمع اللہ دعاءہ نہ رکھتے۔ اسمٰعیلؑ نام رکھنا ہی بتاتا ہے۔ کہ یہ اسی دعا کا نتیجہ ہے ؛

الاعتراض الثانی۔ قرآن پاک میں ہر موقع پر حضرت اسحٰق کی پیدائش سے قبل بشارت کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ یہ بشارت (فبشرنٰہ بغلام حلیم) بھی حضرت اسحٰق کی پیدائش کے متعلق ہی ہے۔

الجواب۔ قرآن پاک میں ہر موقعہ پر بشارت کے لفظ کے بعد غلام علیم کی بشارت بتاتی ہے۔ کہ یہاں چونکہ غلام علیم کی بجائے غلام حلیم رکھا ہے۔ لہٰذا یہ بشارت کسی اور کے متعلق ہے۔ اور پھر اس بشارت کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر ہمارے اس استدلال کو اور بھی مضبوط کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پہلی بشارت اسحٰقؑ کے متعلق نہیں تھی۔ بلکہ یہ ہے۔

الاعتراض الثالث۔ تمہارا یہ کہنا کہ حضرت اسحٰقؑ اس لئے ذبیح نہیں ہو سکتے۔ کہ ان کی ولادت کی بشارت کے ساتھ ہی حضرت یعقوبؑ کی ولادت کی بشارت بھی ہے۔ اور چونکہ یہ واقعہ بچپن کا ہے۔ لہٰذا حضرت یعقوبؑ کی ولادت سے قبل اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت درست نہیں رہتی۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ اس واقعہ سے قبل حضرت یعقوبؑ پیدا ہو چکے ہوں۔

الجواب۔ میرے نزدیک تو یہ اعتراض ہی درست نہیں ہے۔ لیکن اگر صحیح مان بھی لیا جائے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ یہ بات قرآن کریم اور توریت کی رُو سے مسلمہ فریقین ہے۔ کہ حضرت یعقوبؑ اسوقت پیدا ہوئے تھے۔ جبکہ حضرت اسحٰق قریب ادھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا یہ کہنا۔ کہ اسوقت ذبیح ہوئے۔ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

ایک ضروری نوٹ:۔ اس موقعہ پر میں یہ نوٹ دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق جسقدر کتب (سیرۃ النبی مصنفہ شبلی۔ الرأی الصحیح فیمن ہو الذبیح وغیرہ) میری نظر سے گذری ہیں۔ سب نے یہ دلیل حضرت اسحٰقؑ کے ذبیح نہ ہونے پر پیش کی ہے۔ کہ چونکہ حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ حضرت یعقوبؑ کی ولادت کی بشارت بھی ہے۔ (فبشرنٰہ باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب) لہٰذا جب تک حضرت یعقوب پیدا نہ ہو لیں۔ حضرت اسحٰق ذبیح نہیں ہو سکتے۔ میرے نزدیک یہ دلیل کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ اور اسی لئے میں نے اس سے استدلال نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ حضورؑ کو خواب میں ایسا دکھایا تھا۔ اور یہ کوئی بعید نہیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ ان مصنفین نے توریت سے استدلال کیا ہے۔ میرے نزدیک اگر حضرت یعقوبؑ کی ولادت کی بشارت کا ذکر توریت میں بعینہٖ قرآن کی طرح (فبشرنٰہ باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب) ہوتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صحابہ کرام کا ایثار

ایک غزوے میں کہ تھا ہمتِ ایمان کا مقام
کفر پر ٹوٹ پڑے ملتِ بیضا والے
تھے اسی سلسلہ وجوش وغا میں شامل
ناگہاں چشمِ مشیت کو جب ہوئی جنبش
کثرتِ زخم سے ہلنے کی بھی طاقت نہ رہی
سوئے میداں کوئی سرگرم تجسس آیا
جاں بلب عکرمہؓ کے وہ سرِ بالیں پہنچا
عکرمہؓ کو نظر آیا کہ سہیل ابن عمرؓ
بولے وہ پہلے انہیں جا کے پلاؤ پانی
کوزۂ آب وہ لیکر جو بڑھا سوئے سہیل
بولے یہ ابن عمرؓ دیکھ خدا را اے شخص

موجزن جوش میں تھی شوکتِ فوجِ اسلام
برق گرتی ہے مگر خرمنِ ظلمت پہ مدام
حضرت عکرمہؓ و ابن عمرؓ ابن ہشام
گر پڑے خاک پہ یہ تینوں فدائے اسلام
تشنگی ایسی کہ مفقود تھا یارائے کلام
ٹھنڈے پانی کا لئے ہاتھ میں بھر کر اک جام
تا کہ فی الجملہ ملے پیاس سے ان کو آرام
حسرت و یاس سے ہیں دیکھ رہے جانبِ جام
کہ رہا ہے یہی بے ساختہ جوشِ اسلام
اس نے دیکھا کہ ادھر ہے نظرِ ابن ہشام
پہلے اس سمت پہنچ لیکے تو پانی کا یہ جام

تشنہ لب چھوڑ دیا عرصۂ دنیا کیفی
نہ چھٹا ہاتھ سے پر دامنِ حبِّ اسلام

آئندہ رسالے میں کیا مضمون ہوگا؟

۱۔ مختلف ممالک میں اشاعت اسلام کی تاریخ۔
۲۔ جماعت احمدیہ کی تعلیمی مساعی۔

یہ دو معرکۃ الآراء مضامین ہیں جو اُردو ریویو میں شائع ہونے والے ہیں۔ شائقین کو چاہیئے کہ پہلے پہلے خریدار بن جائیں تا ان مضامین کے مطالعہ مستفید ہوسکیں۔

مصباح :۔ خواتین کیلئے جاری کرائیے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے سالانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس - کے - برمن) لیمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

STAR TRADE MARK (REGD.)

اسٹار ٹریڈ مارک

وہی دُور اندیش ہے جو پہلے سوچے

کافور R9α

(اصل عرق کافور۔ ہیضہ۔ گرمی کے وقت پیٹ کے درد وسوءِ ہضمی وغیرہ روکنے اور آرام کرنے کی ہندوستانی بے خطا دوا۔)

ہیضہ کے اچانک حملہ سے بچنے کیلئے ہر ایک عیالدار و مسافر کو پیشتر سے کافور کی ایک شیشی اپنے پاس رکھنی چاہیئے

پچاس برس سے ہیضہ کیلئے صرف یہی ایک دوا مفید ثابت ہو کر شہرت حاصل کی ہے۔ جہاں کہیں ہیضہ پھیلا ہو اسکے ایک دو بوند روزانہ استعمال کرنے سے ہیضہ میں مبتلا ہونیکا خوف نہیں رہتا۔ ہیضہ ہوتے ہی اس کے استعمال سے لاکھوں جانیں بچ چکی ہیں۔

نقلی عرق کافور سے خبردار

قیمت فی شیشی ۱۲؍ محصول تین شیشیوں تک سات آنہ

پودن ہرا R9α

(عرق پودینہ)

یہ ہری پتیوں سے بنا ہے۔ سوءِ ہضمی۔ ریاح اور درد شکم وغیرہ ریاحی فساد اس سے جلد رفع ہوتے ہیں بچوں کی بدہضمی دُور کرنے اور دودھ کی قے روکنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی دوسری دوا نہیں ہے بازاری دوسرے عرق پودینہ سے یہ کہیں زیادہ فائدہ مند ہے۔

قیمت بڑی شیشی چودہ آنہ	۱۴؍
ڈاک محصول سات آنہ	۷؍
چھوٹی شیشی دس آنہ	۱۰؍
ڈاک محصول سات آنہ	۷؍
نمونہ کی شیشی تین آنہ	۳؍

جو صرف ایجنٹوں ہی سے مل سکتی ہے

نوٹ:۔ دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں اپنے مقامی ہمارے ایجنٹ سے خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کیجئے۔

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ:۔ قادیان گورداسپور میں ایجنٹ کی ضرورت ہے۔